کِس قدر تُجھے
چاہیں
سعدیہ عابد
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

محبتوں سے گندھی تحریر

تیز تیز چلتے ہوئے وہ دنیا جہان کی باتیں کرتے اکنامکس ڈیپارٹمنٹ سے فارمیسی تک پوائنٹ کے لیے جب پہنچیں پوائنٹ جا چکی تھی اور وہ دونوں ایک دوسرے کو پوائنٹ نکل جانے کا سبب ٹھراتیں آپس میں الجھنے لگیں۔ ''میں نے کہا بھی تھا ہانی، ذرا جلدی چلو، مگر تم سے چلا ہی نہیں جا رہا تھا لے کر نکلوا دیا نہ پوائنٹ۔ اُم لیلیٰ پسینہ پونچھتے ہوئے اس پر بگڑی تھی۔

''باتیں بنا بنا کر اور مر مر خود چل رہی تھیں سارا الزام لیکن میرے سر پر ڈال رہی ہو۔'' وہ کہاں کم تھی الٹا اسی پر چڑھ دوڑی۔

''غلط کسی کی بھی ہو، پوائنٹ تو نکل گئی نا، اب میری سلور جوبلی گیٹ تک جانے کی بالکل ہمت نہیں ہے۔ فون کر کے سبحان بھیا کو بلا لیتی ہوں''

دھوپ سے بچنے کو درخت کے نیچے کھڑے ہوتے ہوئے بولی اور بیگ سے فون نکال کر اس نے بھائی کا نمبر ملایا تھا۔''

''بھائی کچھ مصروف ہیں اس لیے نہیں آسکیں گے کہہ رہے ہیں کہ ہم آٹو سے آجائیں۔''

اس نے منہ بنا کر کہا اور وہ بری طرح چونک گئی۔

''لیلیٰ تم نے ان لڑکیوں کو دیکھا، ہم بھی اس طرح لفٹ لے کر چلیں۔'' وہ اس کے دھوپ کی تمازت سے دہکتی سرخ رنگت کو دیکھتے ہوئے عجیب وغریب بات کہہ گئی تھی۔

دماغ خراب ہوگیا ہے۔'' وہ یوں بولی جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو چلا ہو۔ ''یار اس میں قباحت ہی کیا ہے اور لڑکیاں بھی تو لیتی ہے، ہم بھی جسٹ ایڈوینچر کے لیے سلور جوبلی گیٹ تک آٹو میں جانے کے بجائے لفٹ لے لیتے ہیں۔'' وہ مزے سے بولی تھی۔

''ہرگز نہیں، ہم کسی کی روش اختیار کرنے کو اپنے معیار سے تو نہیں گر سکتے۔ اور گھر میں کسی کو خاص سبحان بھیا کو پتا نا لگا تو وہ سخت غصہ ہوں گے۔'

اُم لیلیٰ نے اس کی توجہ دوسری طرف دلائی

تھی۔

'ہم کسی سے کچھ چھپائیں گے کب، گھر جا کر بتادیں گے۔''

وہ تو جیسے لفٹ لینے کا فیصلہ کر چکی تھی اور اس کے منع کرنے کے باوجود اس نے گاڑی کو ہاتھ دے دیا۔ ملک زونیر عباسی، جس نے درخت کے سائے میں کھڑی دشمن جان کو دیکھ کر ڈرائیور کو گاڑی روکنے کا کہا اور یہ تیسری گاڑی تھی جو اس کے حساب سے اس کے ہاتھ دینے پر رکی تھی اور وہ تو جیسے کھل ہی اٹھی اور تمسخر سے مسکراتی اُم لیلیٰ کو فاتحانہ نگاہوں سے دیکھا۔

''تم نے کیا سوچا تھا کہ میں لفٹ نہیں لے سکتی۔''

مرسڈیز کے کھلے دروازے کی جانب اشارہ کیا تھا۔ ''ہمیں سے لفٹ لینے کا شوق چرایا ہے تو تم لو لفٹ، میں اکیلے ہی آٹو سے چلی جاؤں گی۔'' وہ قدرے ناگواری سے بولی تھی۔ مگر آج اس کے دل و دماغ میں لفٹ لینے کی دھن سوار ہو گئی تھی اس کا بازو تھامے گاڑی کی طرف بڑھی اور گھورنے اور مزاحمت کی پرواہ کیے بغیر کھلے دروازے سے اندر دھکیلا اور خود بھی بیٹھ گئی۔''

ہانی میں تمہیں جان......'' غصے سے کھولتی ہوئی سیدھی ہوئی تو نگاہ ملک زونیر عباسی کے مسکراتے چہرے پر پڑی اور اس کی ناگواری میں کئی گناہ اضافہ ہوگیا اور وہ اُم ہانی کو کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھنے لگا مگر وہ بھی ڈھیٹ بن گئی اور ملک زونیر عباسی کی خیر خیریت دریافت کرنے لگی کہ وہ ان کا کلاس فیلو تھا اور اس کو دیکھ ہی تو اس نے زبردستی اُم لیلیٰ کو گاڑی میں دھکیلا تھا تا کہ وہ اس شخص کو تقریباً 3 ماہ سے جانتی تھی اور اس کے طور طریقے دیکھ کر اس پر بھروسہ کر لیا کیونکہ ویسے بھی آج لفٹ لینے کی دھن اس پر بری طرح سوار تھی وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھی کہ اس نے یکدم ڈائریکٹ اسی سے پوچھ لیا۔

''کیسی ہیں آپ اُم لیلیٰ......؟''

''آپ سے مطلب......؟''

'اس کی شائستگی سے پوچھنے پر وہ برہمی سے بولی تھی۔ اور وہ مسکرایا تو اس نے گھبرا کر اس کی کانچ سی کچھ کہتی بولتی آنکھوں سے نگاہ چرالی۔

جب کہ اب وہ اس کا جائزہ لے رہا تھا، سیاہ کاٹن کے سوٹ میں ہم رنگ آنچل سلیقہ سے شانوں پر پھیلائے، سرخی مائل رنگت، پلکیں جھکائے، گلابی دانتوں تلے کچلتی وہ ہمیشہ سے زیادہ بہت خاص لگی اور اس کی نگاہ محسوس کر کے وہ بے بسی سے اُم ہانی کو گھورنے لگی کہ وہ ان نگاہوں کو محسوس تو کافی عرصے سے کر رہی تھی مگر کہا کچھ نہ تھا کہ وہ دونوں ہی بہت ریزرو رہتی تھیں اور بات کرنے کا موقع اُم ہانی نے جیسے خود ہی فراہم کر دیا۔ اس لیے اُسے رہ رہ کر اس پر غصہ آ رہا تھا۔

''سلور جوبلی گیٹ تک وہ شیخ زائد کے راستے سے پہنچے تو اس نے گاڑی روکنے کا کہہ دیا۔

''آپ دونوں اطمینان سے بیٹھیے کے بیچ راستوں میں چھوڑنا ملک زونیر عباسی کی سرشت میں شامل نہیں ہے۔ ایڈریس بتا دیجیے، منزل پر ہی چھوڑ دیں گے۔''

''چھوڑنا ہی ہے تو کیا رازستہ اور کیا منزل، آپ گاڑی روکیے۔'' وہ خود کو کمپوزڈ کرتی خود اعتمادی سے بولتی تھی اور اس کے بھرے بھرے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''مس اُم ہانی، بہتر ہوگا آپ ہی ایڈریس بتا دیجیے کیوں کہ آپ کی فرینڈ لڑنے کے موڈ میں

لگ رہی ہیں۔'' جس لڑکی کو پہلی نگاہ میں دل دیا تھا گزرے تین ماہ میں جس کے خیال سے اپنے تصورات کو آباد کیا تھا ہزاروں باتیں کی تھیں اس کو روبرو دیکھنا اور بات کرنا اس سے بے حد اچھا لگ رہا تھا۔'' آپ ہمیں یہیں اتار دیجیے۔ ہم آٹو سے چلیں جائیں گے۔''

'' ہم کلاس فیلو ہیں، ایک رشتے والے کی بنسبت آپ مجھ پر بھروسہ کرسکتی ہیں۔'' اس نے شائستگی سے بات کاٹی تھی اور اس نے بنا کوئی دوسری بات کیے ایڈریس بتا دیا۔'' اس سب کے لیے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ اور سب کو خاص سبحان بھیا کو تمہارا کارنامہ ضرور بتاؤں گی۔'' وہ اُم ہانی کو گھورتے ہوئے دبے دبے انداز میں دھمکا رہی تھی اور اس کو مسکراتے دیکھ کر وہ لب بھینچ گئی تھی۔ ''منحوس، ٹکٹکی باندھے بس مجھے ہی دیکھے جائے گا یہ نہیں کہیں اور دیکھ لے۔ گھٹیا، چیپ انسان۔'' وہ اس کی نظروں سے کنفیوز ہوتی، کھولتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ رنگ ٹون پر سوچیں منتشر ہوگئیں، اس نے ایکسیوزمی کہہ کر کال ریسیو کرلی۔'' سلام، بڑے لالہ!''۔

'' سلام! کیسے ہو لالہ کی جان۔''

'' میں ٹھیک ہوں بڑے لالہ، آپ کیسے ہیں؟ حویلی میں سب کیسے ہیں؟'' اس کا گھمبیر باادب لہجہ گاڑی کی خاموشی میں گونج رہا تھا۔'' سب ٹھیک ہیں، بے بے کچھ بیمار ہیں، تمہیں یاد کررہی ہیں، حویلی چلے آؤ۔''

'' بہت بہتر بڑے لالہ! میں ایک گھنٹہ تک گاؤں کے لیے نکلتا ہوں۔''

اس نے فوراً ہی آنے کا عندیہ دیا تھا۔ بات کرتے ہوئے چھینک کی آواز پر وہ اس کی طرف

متوجہ ہوا اور ایک کے بعد ایک تیسری چھینک ملک زونیر عباسی کے کان کھڑے ہوگئے۔ ''تم اس وقت کہاں ہو؟'' وہ بھائی کی آواز پر چونک گی کر فون کی جانب متوجہ ہوگیا۔

''بڑے لالہ! راستے میں ہوں، یونیورسٹی سے گھر جا رہا ہوں۔''

''تمہارے ساتھ کون ہے؟'' لگی پسٹی کے بغیر پوچھا تھا۔ ''لالہ! مل کر بتاؤں گا، ابھی رکھتا ہوں۔ سب کو میرا اسلام کہہ دیجیے گا۔''

''وہ سمجھ گئے تھے کہ وہ ابھی کچھ بتانے کی پوزیشن میں نہیں ہے اس لیے جرح نہ کی اور فون بند کر دیا۔ ''لالہ کو آپ نے میری طرف سے مشکوک کر دیا ہے۔''

''اس کے سادہ سنجیدہ چہرے کو دیکھ اسے شرارت سوجھی تھی۔ '' آخر آپ کے کہنے کا مطلب کیا ہے؟'' وہ بھڑکی تھی۔

''مطلب تو صاف ہے۔ نہ آپ چھینکتی نہ لالہ کو پتا چلتا کہ میں لڑکیوں کو لفٹ دیا کرتا ہوں۔

''لالہ! کو بڑی مشکل سے سمجھانا پڑے گا کہ میں نے فرسٹ ٹائم خاص لڑکیوں کو لفٹ دی تھی۔'' اس کے تنے ہوئے نقوش دیکھ کر اس کو چڑانے میں جیسے مزا آ رہا تھا۔ ''یہ سب تمہاری بے وقوفی کی وجہ سے ہوا ہے ہانی، کہ ہمیں کیسے کیسے لوگوں پر بھروسہ کر کے ان کی فضول گوئی برداشت کرنی پڑ گئی ہے۔'' وہ اس کو جواب دینے کے بجائے اُم ہانی پر خفا ہونے لگی تھی۔ اور وہ گڑبڑا کر اسے دیکھنے لگی جیسے خوبصورت چہرے پر برہمی پھیل گئی تھی کہ اس نے کہنے کو تو آہستگی سے ہی کہا تھا مگر سنا اس نے بھی تھا اس لیے جب اُم ہانی اس کا شکریہ ادا کر کے اتر گئی اور وہ اترنے لگی تھی کہ وہ بول پڑا تھا۔ ''آپ نے بات بہت غلط کی تھی اُم لیلیٰ، آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اسے اس کی غلطی کا ادراک ضرور کرواتا۔ مگر آپ آئندہ کچھ بھی کہنے سے پہلے سوچ لیجیے گا کہ میں غلط بات برداشت کرنے کی صلاحیت نہ ہونے کے برابر رکھتا ہوں۔''

''آپ کیا صلاحیتیں رکھتے ہیں کیا نہیں یہ میرا دردسر نہیں ہے۔ لفٹ دینے کا بہت شکریہ۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر برہمی سے احسان جتانے کے انداز میں شکریہ ادا کرتی اترنے لگی تھی کہ وہ اس کی کلائی تھام گیا۔ ''شکریہ کی ضرورت نہیں ہے یہ گاڑی تمہیں دیکھ کر روکی تھی۔'' تمہارے کام آ کر تمہارے ساتھ سفر کر کے جو خوشی حاصل ہوئی ہے وہ فی الحال بتانے سے قاصر ہوں۔ اور ڈونٹ وری بہت جلد میرا دردسر آپ کا دردسر بن جائے گا۔''

اس کی مزاحمت کے باوجود اس نے بات مکمل کرنے کے بعد ہی ہاتھ چھوڑا تھا۔ ڈارک براؤن جھیل سی آنکھوں میں ناچتی نمی اس کی آنکھوں کو بے اختیار کر گئی اور وہ اس کو لحہ بہ لحہ خود سے دور جاتے دیکھتا رہا۔ گھر میں قدم رکھتے ہی آنسو گرنے لگے۔ جو سجان کو دیکھتے ہی اس نے سرعت سے صاف کر لیے۔

''لیلیٰ کیا ہوا ہے، تم رو کیوں رہی ہو۔ اور آج آئی کس کے ساتھ ہو؟'' وہ باہر سے آیا تھا اس نے سیاہ مرسڈیز سے اُم لیلیٰ کو اترتے دیکھا تھا۔ ''یہ آپ مجھ سے نہیں اُم ہانی سے پوچھیں۔''

وہ کچھ فاصلے پر کھڑی اُم ہانی کو گھورتے ہوئے تیز قدموں سے وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ اور وہ اس سے پوچھنے لگا تو وہ سچائی بتاتے ہوئے ڈرو جھجک کا شکار ہوگئی۔ ''ہانی! کچھ پوچھا ہے میں نے، کس کے ساتھ آئی ہو تم دونوں؟''

'' اس کی خاموشی بری طرح کھلی تھی اور ساری بات سن کر دماغ ہی بھنا گیا تھا۔'' تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے، ایسے کیسے تم سے کسی اجنبی پر بھروسہ کرلیا؟''

'' اس کے بری طرح ڈپٹنے پر وہ روتے ہوئے منمنائی۔'' آئی ایم سوری۔

'' سوری! تمہیں اندازہ نہیں ہے ہانی کچھ غلط ہوجانے کے خیال سے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہورہے ہیں۔ اور تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ اندھی تقلید کے چکر میں تم سے کتنی بڑی غلطی سرزد ہوگئی ہے، جس سے لفٹ لی تھی وہ کوئی برا شخص ہوتا تو؟'' وہ اس پر برس رہا تھا، اس کی آواز سن کر اُم کلثوم بھی آ گئی۔ اور انہوں نے ہی معاملہ رفع دفع کرتے ہوئے اسے کمرے میں بھیجا اور بیٹے کو اتنی سختی سے بات کرنے پر سرزنش کرنے لگی۔'' آئی ایم سوری مما! بٹ بات ہی ایسی تھی کہ مجھے سنتے ہی غصہ آ گیا اور آپ دونوں کو ہی سمجھا دیجیے گا کہ اس طرح کی فضول حرکتیں میں بالکل برداشت نہیں کروں گا اور اس طرح کی پھر کوئی بات ہو اس سے قبل ہی ان کا یونیورسٹی جانا بند کروا دوں گا۔'' وہ بات مکمل کر کے کمرے میں چلا گیا۔

عثمان اور کامران دو بھائی تھے ان کا اپنا لیدر کا بزنس تھا عثمان کے دو بچے سبحان اور اُم لیلیٰ تھے جبکہ کامران کی ایک ہی بیٹی اُم ہانی تھی جبکہ کامران اور ان کی مسز آٹھ سال قبل ایک خودکش بم دھماکے میں ابدی نیند سو گئے تھے۔ اور عثمان نے بھائی کی آخری نشانی کو اپنے بیٹے سے منسوب کردیا، سبحان اور اُم ہانی کے دل تو دھڑکتے ہی ایک دوجے کے لیے تھے بڑوں کی رضا سے ان کی محبت انہیں مل گئی، دونوں کے نکاح کو گیارہ ماہ ہوگئے تھے، رخصتی اُم ہانی کی گریجویشن کے بعد ہوگی۔ کہ اُم ہانی اور اُم لیلیٰ دونوں ہم عمر تھی اور جامع کراچی کے اکنامکس ڈیپارٹمنٹ فرسٹ ایئر کی طالبہ تھی اُم ہانی فطرتاً نرم خو اور قدرے شرارتی سی تھی جبکہ اُم لیلیٰ قدرے ضدی اکھڑ مزاج تھی بالکل بڑے بھائی کی طرح کہ اپنے آگے اپنی بات کے آگے کسی کو اہمیت دینا ان کی سرشت میں نہیں تھا۔ اُم لیلیٰ کے مزاج میں نرمی تو ہے لیکن جب غصے میں شعلہ جوالہ بنتی ہے تو ساری نرمی اور کوملتا اسی شعلے کی نظر ہوجاتی تھی۔ جیسے آج اُسے اُم ہانی پر بے حد غصہ آیا تھا۔ اول تو وہ لفٹ لینے کو تیار نہ تھی مستزاد یہ کہ ملک زونیر عباسی سے لفٹ لینا اور اس کی نگاہیں ذومعنی گفتگو اور ہاتھ پکڑنے نے تو ساری کسر ہی نکال دی تھی۔ ملک زونیر عباسی پر وہ غصہ تھا وہ تو تھا ہی مگر وہ اُم ہانی سے تو بات ہی نہیں کر رہی تھی اور ایسا ان کی اکیس سالہ زندگی میں پہلی دفعہ ہوا تھا اس کی ناراضگی اتنی بڑی تھی کہ اس نے دو دن سے اس سے بات تک نہیں کی تھی جبکہ وہ اس کو منانے کی بہت کوششیں ہی کر چکی تھی۔

☆......☆......☆

'' لیلیٰ! اب اس سب کو بھول بھی جاؤ۔''

'' نہیں بھول سکتی ہیں، میں کیونکہ تم جانتی ہو تلخ حقیقتیں، تلخ یادیں مجھے نہیں بھولتی اور تم نے تو لینے کو لفٹ لے لی تھی انجام کی پرواہ کیے بغیر ہمارے گھر والے ہمیں غلط سمجھ سکتے تھے، کوئی باہر کا بندہ و رشتہ دار دیکھ کر ہمیں غلط سمجھ سکتا تھا۔ مگر تمہیں تو اندھی تقلید کرنی تھی، اور اس بے ہودہ شخص سے بات تو ایسے کر رہی تھی جیسے تمہارا چچیرا بھائی ہو، اس کی گھٹیا نگاہوں اور باتوں کو تم نے فتح کے نشے میں چور ہوئے محسوس کیا ہی نہیں نہ، نہ تم یہ جانتی ہو کہ اس نے کیسے فضول بکواس کر کے میرا ہاتھ پکڑا

تھا، کچھ غلط ہو جاتا تو کون ذمہ دار ہوتا؟'' لے
کے خود تو پھنسی ہی پھنسیں تھیں، مجھے بھی زبردستی
شیر کی کچھار میں گھسیٹ لیا تھا۔'' وہ کہاں دل میں
کوئی بات رکھ سکتی تھی ایک دم ہی پھٹ پڑی تھی
۔'' آئی ایم سوری لیلیٰ، میں نے وہ سب نہ جانے
کس طرح کر لیا تھا، سچ اس وقت انجام کا بھی
خیال نہ تھا، یونیورسٹی میں لڑکیوں کو لفٹ لیتے
دیکھا تھا، بس اس لیے، مگر مجھے اندازہ نہیں تھا کہ
وہ اس طرح کا شخص ہوگا اس نے تمہارا ہاتھ پکڑا،
ایسی کسی حرکت کا میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔''

''غلطی تمہاری سوچ کی نہیں بھروسے کی ہے
کہ تم ایک اجنبی پر بھروسہ کر بیٹھی اور مجھے اس گھٹیا
شخص کی بکواس سننی پڑی۔''

دل تو کر رہا تھا اس کی اس حرکت پر اس کا منہ
نوچ لوں مگر اس بے بسی سے کچھ نہ کیا کہ لفٹ تو
ہم نے ہی لی تھی، شور کرتی، کچھ کہتی یا کرتی تو خود
ہی تماشہ بنتی اس لیے تو کہتے ہیں کہ لڑکیوں کو
سنبھل سنبھل کر قدم اٹھانے چاہییں۔'' وہ دھیمے
دھیمے بولتی اس کو بہت شرمندہ کر گئی۔'' آئی ایم
سوری لیلیٰ، اس نے باقاعدہ کان پکڑ لیے۔''
معاف کر دو نا پلیز، کہ میں خود بھی شرمندہ ہوں اور
تمہاری اور سبحان کی ناراضگی مجھے مزید شرمندہ کر
رہی ہے، آئی پرامس لیلیٰ آئندہ ایسی کوئی احمقانہ
غلطی نہ خود کروں گی نا ہی تمہیں اس سب میں
گھسیٹوں گی۔''

وہ اُم لیلی کی نسبت قدرے بے وقوف سی تھی
اور اپنی اوٹ پٹانگ حرکتوں کی وجہ سے سبحان
سے ڈانٹ کھاتی تھی، شرمندہ ہوتی تھی، معافی
مانگتی تھی اور چاہتے نہ چاہتے پھر کچھ ایسا کر بیٹھتی
کہ سبحان کا غصہ اور ناراضگی کی وجہ بنتی تھی۔'' اٹس
اوکے، اینڈ سوری ہانی! میں نے غصے میں دو دن
سے تمہارے ساتھ مس بی ہیو کیا اور تم جلدی سے
جا کر منہ دھو کر آؤ، سبحان بھیا! کہ غصے کو ختم کرنے
اور ناراضگی بھگانے کو ظاہر ہے میں نے ہی کچھ
کرنا ہوگا کہ وہ جو ہر دوسرے دن تم سے روٹھ
جاتے ہیں نہ تو اس میں بھی تمہاری ہی بے وقوفی کا
ہاتھ ہے۔ منا منا کر تو تم نے انہیں نخریلی حسینہ ہی بنا
دیا ہے۔'' آنسو پونچھ کر مسکرا رہی تھی۔'' شرافت
سے بیٹھو، خبر دار جو لگائی بجھائی اور ادھر کی ادھر
والی عورتوں کی بری خصلتوں کو اپنایا۔'' اس نے
سختی سے کہا تھا اور وہ ہنس دی وہ دونوں ایسی ہی
تھیں ایک دوسرے سے روٹھتی تھیں، مناتی تھیں
لڑتی جھگڑتی تھیں اور پھر ایک ہو جاتی تھیں۔

☆......☆......☆

''مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔''

''ڈرو نہیں کچھ نہیں ہوا ہے۔'' وہ اس کے
ہوائیاں اڑتے چہرے کو دیکھ کر تسلی آمیز لہجے میں
بولی تھی۔ دو تنظیموں کے اسٹوڈنٹس کے درمیان
تصادم ہو گیا تھا وہ لوگ آخری کلاس لے کر گھر
جانے کے ارادے سے اکنامکس ڈیپارٹ سے
نکل کر کینٹین تک ہی آئی تھی تو ہنگامہ دیکھ کر رک
گئی تھیں۔'' للی یہاں رکو نہیں، ہم یہاں سے چلتے
ہیں۔

''اُم ہانی ان چار نوجوانوں کو ایک دوسرے
کو بری طرح پیٹتے دیکھ کر کافی ڈر گئی تھی اور وہاں
سے چلے جانا چاہتی تھی مگر وہ تو بنا سوچے سمجھے ایک
دوسرے کو مارتے نوجنوں کی طرف بڑھی تھی تاکہ
ان کو روک سکے لیکن پیچھے سے ایک نوجوانم نے
مخالف پرسن کو ڈنڈا کھینچ کر مارا تھا وہ اس کے
ماتھے سے ٹکراتا داہنے پیر پر گر گیا تھا اس کے
ساتھ ہی اُم ہانی بھی چیخ پڑی بے ساختہ تھی اور وہ
زمین پر مارے تکلیف کے بیٹھتی چلی گئی تھی۔

اس کے ماتھے اور پیر سے خون بہت تیزی سے بہہ رہا تھا وہ لیک کر اس تک آ گئی۔

''للی تمہارے بہت خون بہہ رہا ہے میں سجان کو بلا لیتی ہوں۔''

''نہیں پلیز! گھر فون کرو گی تو گ سب پریشان ہو جائیں گے۔'' اس نے تکلیف برداشت کرتے ہوئے بمشکل کہا تھا کہ اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا وہ چاروں جو ایک دوسرے کی کافی ڈھنائی کر چکے تھے اس صورتحال پر ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے تھے کہ کافی اسٹوڈنٹ جمع ہو گئے اور ان میں ہی ایک ملک زونیر عباسی بھی تھا جو اس کو دیکھ کر ماتھے سے بہتے خون کو دیکھ بڑے بے ساختہ انداز میں اس کی طرف بڑھا تھا جسے اُم ہانی سہارا دے کر کھڑا کر چکی تھی اور اس کے کہنے پر وہ آنسو دیکھنے کے لیے اسے چھوڑ کر آگے بڑھی تھی اور وہ چکرا کر زمین پر آتی اس سے قبل ہی وہ لڑکوں کا ہجوم چیرتا اس کو تھام گا تھا وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گئی تھی اور وہ اسے اپنی گاڑی میں ہاسپٹل لے گیا تھا۔''اُم ہانی آپ اپنے گھر فون کر کے گھر والوں کو بلائیں کہ اُم لیلیٰ کو بلڈ کی ضرورت ہے ڈاکٹر جیسے ہی خون کا انتظام کرنے کو کہہ دیا وہ روتی ہوئی اُم ہانی سے بولا تھا۔

''میں نے سجان کو فون کر دیا ہے، لیکن سجان یا تائی امی کا بلڈ گروپ اُم لیلیٰ کے بلڈ گروپ سے میچ نہیں کرتا، اور بڑے تایا تو امریکہ گئے ہوئے ہیں۔'' وہ تو بہت بری طرح سے پریشان ہو گئی اور اسی وقت نرس ان کے درمیان آن ٹھہری۔'' او نیگیٹو بلڈ گروپ کا انتظام کر دیجیے جلدی کہ پیشنٹ جکا خون کافی بہہ گیا ہے'' اور بلڈ گروپ کا نام سن کر وہ خوشگوار حیرت میں گھر گیا کہ اس کا بھی بلڈ گروپ تھا او نیگیٹو ڈاکٹر نے تو بی پازیٹو۔''

''بائے مستیک ہو گیا ہو گا کہ بڑے پاپا اور اُم لیلیٰ کا بلڈ گروپ او نیگیٹو ہے۔'' وہ بات کاٹ کر بولی تھی اور وہ خون دینے کے لیے چل پڑا تھا۔ سجان آ گیا تھا اور اس نے مختصراً اسے صورتحال بتا دی۔

''آپ کا بہت بہت شکریہ مسٹر، کہ آپ میری بہن کو نہ صرف وقت پر اسپتال لائے بلکہ خون بھی دیکر اس کی جان بچائی۔''

سجان نے قدرے شائستگی و فرضی سے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔ میں نے آپ پر یا آپ کی بہن پر نہیں خود پر احسان کی ہے اُم لیلیٰ کچھ ہی ماہ میں میرے لیے زندگی بن گئی ہے۔'' وہ دل ہی دل میں مخاطب ہوا تھا اور اس سے مصافحہ کرتا ڈاکٹر سے بات کر کے پوری طرح سے مطمئن ہوتا ایک نظر دوائیوں کے زیر اثر سوئی اس دشمن جان کو دیکھتا ہاسپٹل سے نکل گیا تھا۔

ملک زونیر عباسی کا تعلق ایک زمیندار گھرانے سے تھا۔ ملک زہیر عباسی کے دو بیٹے، زومنیر اور تاثیر تھے جبکہ بیٹی ایک ہی شاہ تاج تھی ملک زونیر سب سے بڑے بیٹے تھے۔ اور انکے دو بیٹے زوبیر عباسی اور ملک زونیر عباسی تھے اور ان کی ہی بیٹی بزونیرہ عباسی تھی ملک تاثیر عباسی کا ایک بیٹا اور ایک ہی بیٹی تھی، بیٹا اظہر عباسی زونیرہ کا منگیتر تھا اور بیٹی شاہ بانو ملک زوبیر عباسی کی بیوی تھی اور ان کا چار سال کا بیٹا تھا۔

اس بار الیکشن میں باپ کی جگہ کھڑا ہو رہا تھا جبکہ ملک زونیر عباسی نے کچھ ماہ قبل ہی اکنامکس ڈیپارٹمنٹ میں داخلہ لیا تھا اور کراچی میں لیے گئے بنگلے میں جس میں دوران تعلیم ملک زوبیر عباسی رہا کرتا تھا آج کل وہ بھی اسی میں رہائش

پڑ یر تھا۔ اور اسے یہاں ہر آسائش مہیا ہوئی تھی کہ ملک زونیر عباسی حویلی کا سب سے لاڈلا اور خاص کر اپنے بڑے بھائی کا لاڈو جان ہے۔ اس کے منہ سے فرمائش پوری طرح نکلتی بھی نہیں تھی کہ وہ پوری کرنے میں لگ جاتے تھے کہ بھائی کو اداس اور دکھی کسی قیمت پر نہیں دیکھ سکتے۔

اُم لیلیٰ کیسی ہیں آپ؟ وہ اس حادثے کے پورے ایک ماہ یونیورسٹی آئی تھی اور وہ جو اس کی ایک جھلک دیکھنے کو ترس رہا تھا کھل اٹھا تھا اور تمام مصلحتیں بھلائے اس کی خیریت دریافت کرنے چلا آیا تھا۔ ''میں ٹھیک ہوں؟'' وہ قدرے ناگواری سے بولی تھی کہ بیچ راستے میں اس کا روک کر خیریت دریافت کرنا اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا جبکہ وہ اس کے گلابی چہرے کو دیکھ رہا تھا ماتھے پر چوٹ کا نشان ابھی پوری طرح مندمل نہیں ہوا تھا وہ کہہ کر آگے بڑھی تھی کہ اسے اُم ہانی کی بات یاد آ گئی تھی کہ اسی نے دوپہر مدد کی تھی اور خون دیا تھا اس لیے وہ اس کا احسان محسوس کرتی ہوئی اس کی تازہ حرکت کو ن!ر انداز نہ چاہتے ہوئے بھی کرتی گزرتی چلی گئی۔ ''ابے یار' تو یہ کب تک آنکھ مچولی کا کھیل کھیلتا رہے گا۔'' پسند ہے تو تو جا کر کہہ دے اُسے، کیا فضول کی ایکٹنگ کرتا رہتا ہے۔''

یہ ملک زونیر عباسی کا دوست اسد تھا اور اسد کے کہنے کی دیر تھی کہ جاوید اور نعمان بھی اس کے پیچھے پڑ گئے تو اس نے بھی اظہار محبت کرنے کا فیصلہ کر لیا اور آج ہی اظہار کا اسے صحیح وقت بھی لگا کیونکہ آج گیارہ مئی کو اس کی سالگرہ ہے اور 18 مئی سے سمسٹر ایگزامز اسٹارٹ ہو رہے ہیں۔ اس لیے آج لاسٹ کلاس تھی اسی لیے اس نے سوچ لیا کہ برتھ ڈے وش کرنے کے بعد حال دل سنائے گا۔ وہ دونوں کلاسز لینے کے بعد کینٹین چلی آئی تھیں اور اس کی طبیعت کے خیال سے سجان انہیں خود لینے آئے گا اور وہ دونوں جو باتیں کر رہی تھیں وہ نعمان نے سن تھیں اسی لیے ملک زونیر عباسی کو اس کی برتھ ڈے کا پتا چل گیا تھا۔

''جی نہیں، اب وہ مسٹر ایسے بھی شہزادہ گلفام نہیں ہے کہ میں اسے دیکھ دیکھ کر آہیں بھروں۔ کہ ہم خود کون سے کسی سے کم ہیں چندے آفتاب اور چندے ماہتاب ہیں'' وہ بے نیازی سے بول رہی تھی۔

وہ بری طرح چونکا تھا۔'' کچھ زیادہ ہی محترمہ خوش فہمی نہیں ہے؟'' اُم ہانی ہنسی تھی۔'' خوش فہمی کیسی یہ تو یونیورسل ٹرتھ۔'' کہتے ہوئے سامنے دیکھا تو ملک زونیر عباسی کو دیکھ کر وہ چپ ہو گئی اور وہ چند قدم اٹھاتا اس کے نزدیک آن کھڑا ہوا۔ مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے، اعتراض نہ ہو تو میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔'' اس نے شائستگی سے کہا تھا اور ان کے انکار و اقرار سے قبل ہی چیئر اٹھا کر بیٹھ گیا اور اس کی یہ حرکت اسے سخت ناگوار گزری۔'' ہم نے آپ کو بیٹھنے۔'' میں زیادہ وقت نہیں لوں گا اُم لیلیٰ۔'' وہ رسانیت سے بولا تھا اور وہ اُم ہانی کو دیکھنے لگی تو اس نے بات سن لینے کا آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا۔

''جی جو کہنا ہے ذرا جلدی کہیں۔'' وہ اس کو بغور دیکھ رہا تھا اور وہ ناگواری سی محسوس کر کے قدرے تلخ لہجے میں بولی تھی۔ ہیپی برتھ ڈے اُم لیلیٰ۔'' اس نے ایک ریڈ کلی اس کی جانب بڑھائی تھی اور وہ جھٹکے سے چیئر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔'' واٹ از دس؟'' وہ دبے دبے غصے سے بولی کہ کینٹین میں موجود اسٹوڈنٹ ان کی طرف

متوجہ ہو چکے تھے مجھے پہلے پتا ہوتا کہ آج آپ کی برتھ ڈے ہے اُم لیلیٰ! تو کوئی خاص قسم کا تحفہ بھی دیتا۔ فی الحال تو یہی ایک ادھ کھلا گلاب ہے۔'' میرے جذبوں کی ترجمانی کے لیے آئی لو یو اُم لیلیٰ۔' وہ اس کے عین سامنے رکھتے ہوئے گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔ اور اس کا چہرہ شدت جذبات سے غصہ سے دہک رہا تھا۔ اس نے لب بھینچے خود کو کچھ کہنے سے روکا اور بڑی تیزی سے وہاں سے نکلی تھی مگر وہ اس کی کلائی تھام جانے کی کوشش میں ناکام بنا گیا۔

''ہاتھ چھوڑیں میرا۔'' وہ دھاڑی تھی اور اس نے گرفت مضبوط کر دی تھی۔ آئی لو یو اُم لیلیٰ۔ کینٹین میں سیٹوں پر بیٹھے تمام اسٹوڈنٹ کھڑے ہو کر اسی تماشے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ بٹ آئی ڈونٹ لو یو۔ وہ بری طرح چیخی تھی۔ سبکی اور تماش بننے کے احساس نے اس کی آنکھیں بھگو دی تھیں۔

''ہاتھ چھوڑو میرا ملک زونیر عباسی۔''

''چھوڑنے کو نہیں تھاما ہے محبت کرتا ہوں تم سے اُم لیلیٰ اپنے پیرنٹس کو رشتہ لے کر بھجنا چاہتا ہوں ہمیشہ کے لیے تمہیں اپنا بنانے کے لیے۔'' اس کی شفاف آنکھوں میں آنسو آنے لگے تو اس نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ اس سب کی کوئی ضرورت نہیں ہے ملک زونیر عباسی۔ آئی ایم آل ریڈی انگیجڈ۔''

اس نے کوئی بم اس کی سماعتوں پر پھوڑا تھا اور تقریباً بھاگتے ہوتے وہاں سے نکلی تھی اور وہ جیسے سکتے و بے یقینی کی کیفیت سے نکلا اور اس کے پیچھے ہی لپکا تھا۔

''کہہ دو اُم لیلیٰ یہ مذاق ہے جھوٹ ہے۔ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں وہ اس کے سامنے آتا اس کے جانے کے راستے مسدود کرتا ٹوٹے بکھرے لہجے میں بولا تھا۔

''دیکھو ملک زونیر عباسی، نہ میں تم سے محبت کرتی ہوں نہ یہ چاہتی ہوں کہ تم یہاں تماشہ لگاؤ بہتر ہوگا میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔'' وہ شدید غصہ کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔

میں جب تک تمہیں یہاں سے جانے نہیں دے سکتا جب تک تم میری محبت ایکسپٹ نہیں کر لیتیں۔''

کٹیلے لہجے میں کہہ کر ہاتھ پکڑنا چاہا وہ بدک کر دور ہوئی اور گھما کر ایک ہاتھ اس کے خوبرو اداس نظر آتے چہرے پر مارا تھا۔

''میں کچھ نہیں کہہ رہی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اپنی لمٹس کراس کرنے لگو۔ میں تم سے محبت نہیں کرتی، میں انگیجڈ ہوں اور اپنے منگیتر سے محبت کرتی ہوں بہت جلد میری شادی ہونے والی ہے۔'' بہتر ہوگا تم آئندہ میری راہوں میں نہ آؤ، ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔

وہ انگلی اٹھا کر اسے وارن کر رہی تھی۔ لیکن میں صرف تم سے محبت کرتا ہوں اور میں جو چاہتا ہوں وہ پا کر ہی رہتا ہوں تمہارے اس تھپڑ کا شاندار جواب دے سکتا ہوں، مگر میری محبت نے میرے ہاتھ باندھے دیے ہیں ورنہ میری ملک زونیر عباسی کی تذلیل کرنے والے ہاتھوں کو تن سے جدا کرنا اور زبان گدی سے کھینچ لینا ہرگز بھی مشکل نہیں ہے'' اس کی اٹھی ہوئی مخروطی انگلی کو ہتھیلی میں قید کر کے سخت لہجے میں کہا تھا اور اس نے متغیر چہرے کو ایک نظر دیکھ کر آنسوؤں سے بھیگتا رخسار تھپتھپایا اور وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

☆......☆......☆

''السلام وعلیکم ...... لالہ......'' اسد نے اندر

آتے ہی صوفے پر بیٹھے بارعب شخص کو سلام کیا تھا وہ ان کا ذکر تو ہزار بار سن چکا تھا مل پہلی بار رہا تھا۔ ''وعلیکم السلام آؤ باباب بیٹھو۔'' صوفے کی جانب اشارہ کیا تھا۔

''یونیورسٹی میں کوئی بات ہوئی ہے۔'' اسد کو ملک زونیر عباسی نے جو بات کرنے کے لیے بلایا تھا ڈائیریکٹ وہی کی تھی کہ وہ وقت ضائع کرنے والوں میں سے نہیں تھے وہ گڑبڑا سا گیا کہ انہیں بتائے یا نہیں بتائے؟

''دیکھو بابا زونی ہمیں بے حد عزیز ہے، وہ ایک ہفتہ سے بیمار ہے پیپرز بھی نہیں دیے اس نے اس لیے ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس کی بیماری کے پیچھے کون سے عوامل ہیں کہ وہ ہمیں اداس اور دکھی لگتا ہے، صاف محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہم سے کچھ چھپا رہا ہے معلوم کرنے کے ہمارے پاس بہت سے راستے ہیں لیکن آپ کو اس لیے زحمت دی کہ آپ زونی کے دوست ہو۔

ہمیں بہتر بتا سکو گے مگر نہیں بتانا چاہتے تو آپ جا سکتے ہو کہ فورس ہم وہیں کرتے ہیں جہاں ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ فی الحال ہمیں ضرورت محسوس نہیں ہے سیدھا سا ایک سوال کیا ہے کہ یونیورسٹی میں زونی کا کسی سے جھگڑا ہوا ہے یا نہیں؟'' ان کا انداز سخت بے لچک اور حاکمانہ تھا۔ ''کسی سے جھگڑا تو نہیں ہوا لیکن لالہ وہ لڑکی......؟ اس کو سمجھ نہیں آرہا کہ بتائے یا نہیں اور بتائے بھی تو کیسے......؟'' اندازہ تھا ہمیں کہ بات لڑکی کی ہی ہوگی کون ہے آخر وہ مہارانی صاحبہ جس نے ہمارے زونی کی یہ حالت کر دی ہے؟'' فضا میں دھواں آزاد کیا تھا اور اس نے ساری تفصیل ان کے گوش گزار دی۔ واٹ! اس عورت کی یہ مجال کہ اس نے ملک زونیر عباسی کی محبت ٹھکرا دی۔ وہ غصہ سے کھولتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ کیا نام ہے اس لڑکی کا کہاں رہتی ہے؟ سرخ نگاہیں اسد کے چہرے پر گاڑھی تھیں۔ اُم لیلیٰ کہاں رہتی ہے یہ میں نہیں جانتا۔'' وہ ان کی بارعب شخصیت اور غصہ کی وجہ سے کافی سنبھل سنبھل کے بول رہا تھا۔ وہ تو ہم خود لمحوں میں پتا لگالیں گے تم یہ بتاؤ کہ کچھ اندازہ ہے تمہیں کہ اس نے زونی کی محبت کو ایکسپٹ کیوں نہیں کیا، کہیں وہ کسی اور کے چکر میں تو نہیں ہے؟''

''وہ انگیجڈ ہے لالہ! اسی لیے زونیر کی اس نے کافی انسلٹ کی اس کے تھپڑ سے وہ جوش میں بتانے لگا تھا کہ لب بھینچ گیا مگر وہ سن چکے تھے۔ پوری تفصیل پوچھی تھی اور اب تو ان کا غصہ آسمان کو چھونے لگا تھا۔

'اس سالی کی اتنی ہمت کے اس نے ملک زونیر عباسی پر ہاتھ اٹھایا، زونی نے وہ ہاتھ اسی وقت تن سے جدا کیوں نہ کر دیا۔ وہ کف اڑا رہے تھے۔

''ایک تھپڑ تو کیا لالہ اسے تو سو خون معاف ہیں۔'' وہ ملک زونیر عباسی کی آواز پر مڑے وہ ریلنگ پر جھکا کھڑا تھا۔ لالہ اُم لیلیٰ کی جگہ یہ حرکت کسی اور نے کی ہوتی تو وہ اپنے ہاتھوں سے محروم ہو چکا ہوتا۔

''مگر وہ میری محبت ہے اس کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ کجا کہ اسے خود تکلیف دیتا۔ وہ غمزدہ ہوتا سیڑھیوں سے اترتا ان کے مقابل آن کھڑا ہوا تھا اور اس کے پژمردہ چہرے پر دکھ و تھکن کی لہر وہ پریشان ہوا ٹھے تھے۔

''کوئی لڑکی تجھے اس قدر بھا گئی ہے تو کہتا نہ مجھ سے لمحوں میں تیرے قدموں میں......''

''بڑے لالہ میں محبت کرتا ہوں عزت بنانا

چاہتا ہوں۔ آپ اس کے متعلق نہ کچھ غلط کہیں گے نہ سوچیں گے۔
کیا چاہتے ہو تم انہوں نے بھائی کا گہری نظروں سے جائزہ لیا۔ میں جو چاہتا ہوں وہ، وہ نہیں چاہتی۔
اس کی آزاردگی میں اضافہ ہو گیا تھا۔
''تم صرف اپنی بات کرو تم کیا چاہتے ہو؟''
''میں اُم لیلیٰ کو چاہتا ہوں، اسے اپنا بنانا چاہتا ہوں مگر وہ انجیگڈ ہے بڑے لالہ''
تم جو چاہتے ہو وہی ہوگا جا کر آرام کرو میں ابے سے بات کر کے تمہارا پرپوزل لے جاؤں گا انہوں نے چھوٹے بھائی کو شانوں سے تھام کر اپنے ساتھ کی یقین دہانی کرائی تھی لیکن بڑے لالہ۔
''لیکن ویکن کچھ نہیں ہوگا وہی جو تم چاہتے ہو۔'' انہوں نے بھائی کو بولنے ہی نہ دیا۔ اور باپ سے بات کی مگر مگر وہ اس کے لیے راضی نہ تھے۔
''غیر برادری کی عورت کو ہم اپنی حویلی کا حصہ نہیں بنا سکتے پرکھوں کی روایت کیسے مٹی میں ملا سکتے ہیں ہم ایک غیر برادی کی عورت کو اپنے آنے والی نسلوں کا مین و حصہ دار کیسے بنا سکتے ہیں؟''
''مجبوری ہے ابے، کہ ہمیں صرف زونی کی پرواہ ہے اور زونی وقت رنگین بنانے والے مردوں میں سے نہیں ہے۔ وہ بھٹکے یا ہم اسے کھو دیں اس سے قبل ہمیں مثبت قدم اٹھانا ہوگا اور یہ سب ہم زونی کی محبت میں کریں گے یہ تو ہمیں ہوارہ ہی نہیں ہے کہ جس عورت کی چاہ ہمارے زونی نے کی وہ چاہ ہی بنی رہ جائے اور جب ہم زونی کی کبھی ادنیٰ سی خواہش بھی نظر انداز نہ کی

اس کی اتنی بڑی خواہش کو تکمیل سے دور کیسے کر سکتے ہیں۔ وہ بھائی کی خوشی کے ساتھ انا و غیرت کا بھی سوچ رہے تھے ان کا انداز قائل کرنے والا تھا وہ ہمیشہ کی طرح باپ کا بلآخر قائل کر ہی گئے۔
''ابے آپ رہنے دو! میں جا کر بات کر لیتا ہوں آپ تو بس ایک دفعہ ہی آنا۔
''چل! جیسے تیری مرضی مگر بات ایسے کرنا کہ انکار کی گنجائش نہ ہو۔
''ابے اس کی رو فکر ہی نہ کرو زونی کی خوشی کے خیال سے اپنی روایات توڑ سکتے ہیں تو کسی بھی حد تک بھی جا سکتے ہیں اور میں زونی کی خواہش پوری کرنے کو کسی بھی حد تک چلا جاؤں گا۔'' وہ مطمئن ہو گئے تھے اور وہ اُم لیلیٰ کے گھر جانے کی تیاری کرنے لگے۔
''للی دروازے پر جا کر دیکھو کون ہے میں کچن میں مصروف ہوں۔ وہ کتابیں بکھرائے آخری پیپر کی تیاری کر رہی تھی، ملازمہ چھٹی پر تھی اس لیے اس کے بدلے کے سارے کام ایگزامز کے باوجود اُم ہانی ہی کر رہی تھی کہ اُم کلثوم کی طبیعت آج ناساز تھی اس کو اٹھنے میں الجھن و کوفت تو ہوئی اور وہ بڑبڑاتی ہوئی دروازہ کھولنے کے لیے چلی آئی اور اس کے 'کون ہے؟'' کے جواب میں جب اس کے بابا کا نام لیا گیا تو اس نے دروازہ کھول دیا گھر تو یہی ہے پر بابا ابھی آفس سے آئے نہیں نہ ہی سبحان بھیا گھر پر نہیں ہیں۔ اس نے بڑی بڑی مونچھوں والے قدرے سیاہی مائل رنگت کے ادھیڑ عمر شخص سے کہا تھا کہ اس کے عقب سے ایک شاندار پرسنالٹی کا حامل شخص وائٹ شلوار قمیض میں سیاہ کھدر کی شال شانوں پر پھیلائے اس کے سامنے آ گیا آپ کے والد محترم گھر پر نہیں ہیں والدہ محترمہ تو ہوں گی

ہم ان سے بات کرنا چاہتے ہیں آواز میں تحکم تھا
اور وہ اس کا جائزہ لینے لگے تھے۔ گلابی کاٹن کے
سوٹ میں گلابی رنگت متناسب سراپے بڑی بڑی
آنکھوں والی لڑکی، انہیں پہلی ہی نظر میں اپنے
خوبرو بھائی کے لیے ایک دم مناسب لگی تھی۔
''مما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ آرام کر
رہی ہیں اور وہ ایسے بابا کے ملنے والوں سے نہیں
ملتی۔''
بہتر ہوگا آپ بابا کے آفس میں جا کر ان
سے مل لیں یا جب بابا گھر پر ہوں، ان کی شخصیت
اور نگاہوں سے لحہ بھر کو کنفیوزڈ ہوئی تھی مگر بولی تھی
تو اپنے ازلین اعتماد کے ساتھ بولی تھی۔ اور ان کو
اس کے کارنامے سننے کے بعد حیرت نہیں ہوئی کہ
اتنی خوداعتمادی کی تو امید تھی کہ ایسے ہی تو ملک
زونیر عباسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا ہوگا۔'' اور اس خیال
نے ہی آنکھوں میں سرخی اور چہرے پر سختی دوڑائی
تھی اور وہ جو بات مکمل کر کے گیٹ بند کرنے لگی
تھی وہ ہاتھ رکھ کر ایسا کرنے سے اسے روک گئے
اور اس نے الجھن آمیز نظروں سے اس بارعب
شخص کو دیکھا۔
''شاید آپ نے سنا نہیں تھا اُم لیلیٰ کہ ہم ملک
زوبیر عباسی، آپ کی والدہ سے ملنا چاہتے ہیں۔
آپ...... آپ کو مما سے کیوں ملنا ہے پہلے تو
وہ اس پر چونکی تھی کہ اس کے نام سے کیسں واقف
تھے پھر اس کا نام سن کر تو ڈر گئی تھی اور اس نے
گڑبڑاتے ہوئے انداز میں کافی محفوظ ہو کر
آنکھوں نے دیکھے۔
''ملک زونیر عباسی کے رشتے کے سلسلے میں
بات کرنی ہے وہ زیرلب مسکرائے ہوئے بولتے
اس کی تو جان ہی نکال گئے چہرے کی رنگت بھی اڑ
گئی تھی۔

''دیکھیے میں ملک زونیر عباسی کو بتا چکی ہوں
کہ میں اپنے کزن سے انگیجڈ ہوں وہ ان کا
بارعب چہرہ دیکھ کر منمنائی تھی۔
''منگنی ختم بھی تو ہو سکتی ہے اور آپ نے کیا
کہا سب علم میں ہے ہمارے اور یہ جو آپ کر چکی
ہیں اس کے بعد زندہ سلامت ہیں تو صرف اس
لیے کہ زونی ایسا چاہتا ہے اور ہم وہی چاہتے ہیں
جو زونی چاہتا ہے۔
فی الحال ہم یہاں سے جا رہے ہیں کل پھر
آئیں گے جب تک آپ اپنا مائنڈ میک اپ کر
لینا، کہ یہ تو طے ہے کہ آپ نے صرف اور صرف
ملک زونیر عباسی کی بیوی بننا ہے یہ بات جتنی
جلدی سمجھ کر گھر والوں کو بتا دیں تو آپ کے لیے
بہتر ہوگا کہ آج صرف سمجھایا ہے کل سیدھے
راستے سے پرپوزل لائیں گے اور آئیں بائیں
شائیں کی صورت میں ہم اپنے انداز میں آپ کو
اپنے بھائی کی دلہن بنائیں گے اور ہم یہ سمجھتے ہیں
کہ آپ اور آپ کی فیملی اتنی تو سمجھ دار ہوگی کہ
ہمیں انگلی ٹیڑھی کرنے کی نوبت نہیں آئے گی اللہ
حافظ۔ وہ اپنی بات کہہ کر جیسے آئے تھے ویسے ہی
چلے گئے۔ لیلیٰ کون تھے؟'' وہ کافی دیر تک نہیں
لوٹی تھی تو وہ اسے دیکھنے آ گئی۔
اور اس نے ملک زونیر عباسی کی دھمکی آمیز
گفتگو سنی تھی۔ ''ملک زونیر عباسی کے بھائی تھے
بابا اور مما سے ملنا چاہتے تھے، مم میرا پرپوزل
لائے تھے۔
''واٹ......'' وہ اس کے متغیر ہوائیاں
اڑاتے چہرے کو دیکھ کر چلائی تھی۔ ''مم مجھے بہت
ڈر لگ رہا ہے ہائی اب کیا ہوگا؟ سبحان بھیا تو مجھے
جان سے ہی مار دیں گے اور مم میں' ملک زونیر
عباسی سے شادی نہیں کرنا چاہتی ہو نہ میں نے

صرف اور صرف عباد سے محبت کی ہے میں اسے کھونا نہیں چاہتی بانی۔'' وہ ان کی شخصیت اور ان کے حاکمانہ باور کراتے انداز و لہجے سے ڈر گئی تھی ڈر تو وہ خود وبھی گئی تھی۔ اسی لیے ایک لفظ نہیں بولی تھی اور وہ عثمان حیدر کی گاڑی کی آواز سن کر تقریباً وہاں سے بھاگتے ہوئے نکلی تھی۔'' دیکھو جب وہ دوبارہ آنے کا کہہ کر گئے ہیں اور وہ بات بہت بڑھے اس سے قبل ہمیں سب کچھ مائی امی کو بتا ہی دینا چاہیے۔ پھر کیا کیسے کرنا ہے وہ بڑے بابا اور سبحان بھائی سوچ لیں گے ان کیا گھر آنا اور دھمکا کر جانا ہرگز بھی معمولی نہیں ہے اور نہ ہی ان کی طاقت نظر انداز کر سکتی ہو۔

ملک زونیر عباسی زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتا ہے ہم اس کی طاقت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔''

''تم مجھے تسلی دینے کے بجائے اور ڈرا رہی ہو۔ وہ سکی تھی کہ اس کے بعد تو وہ کمرے سے ہی نہیں نکلی تھی کھانا تک نہیں کھیا اور وہ آدھے گھنٹے سے اس کی پریشانی دور کرنے کے بجائے بڑھا رہی تھی۔

''مما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں انہیں نہیں بتا سکتی۔''

''جب وہ کل دوبارہ آئیں گے تو تم کیا کرو گی؟'' وہ دونوں بھی سوچ میں پڑ گئیں تھیں۔'' تم کہو تو سبحان کو بتا دوں؟'' اس نے اثبات میں گردن ہلا دی کہ انہیں اندازہ تھا کہ بات معمولی ہرگز نہیں ہے۔ اور سامنے ہر صورت آنے والی ہے اور اس نے سبحان کو اور سبحان نے ساری صورتحال باپ کے گوش گزار دی تھی ڈونٹ وری وہ جب آئیں گے تو میں سب خود ہی ہینڈل کر لوں گا'' اور انہوں نے ملک زونیر عباسی کو صاف انکار کر دیا تھا اور وہ جلبلاتے دھمکیاں دیتے وہاں سے چلے گئے تھے کہ انہیں انکار سننے کی عادت تو نہیں تھی اور وہ ملک زونیر عباسی کے معاملے میں تو وہ انکار کسی صورت میں برداشت نہیں کرتے وہ غصہ سے کھولتے ہوئے کچھ اور ہی سوچ رہے تھے۔

آپ نے یہ سب اچھا نہیں کیا......؟'' ملک زونیر عباسی نے اسے اپنی خاص ملازماؤں کے ذریعے بڑی آسانی سے کڈنیپ کروا لیا تھا وہ بھاتی دل ڈول کی عورتیں اس کو تقریباً گھسیٹتے ہوئے لائی تھیں اور وہ صوفے پر بیٹھے ملک زونیر عباسی کو دیکھ سکتی تھی۔'اس سب کے لیے ہمیں مجبور کیا گیا ہے ہماری بات سیدھے طریقے سے مان لی جاتی تو اس سب کی نوبت ہی نہیں آتی وہ بہت روتی ہوئی اُم لیلیٰ کو ایک نگاہ دیکھ کر بے حسی سے بولے تھے۔''جب میں ملک زونیر عباسی کو پسند ہی نہیں کرتی تو یہ۔''

''اہم یہ ہے زونی تمہیں پسند کرتا ہے فضول کے انکار کا انجام دیکھ لیا نہ کہ آج یہاں کڈنیپ کر کے زبردستی لائی گئی ہو اب چاہتی ہو کہ ہم اپنے جاہ جلال میں نہ آئیں تو بہتر ہوگا کہ رونا چیخنا بند کر دو۔

اور جا کر تیار ہو جاؤ، کچھ ہی دیر میں قاضی صاحب آرہے ہیں ان کے کہنے پر ملازمہ عروسی لباس اور جیولری وغیرہ اس کے سامنے رکھ گئی اس نے اٹھا کر دور پھینک دیا۔''یہ آپ کی اور آپ کے بھائی ملک زونیر عباسی کی بھول ہے کہ میں اس سے نکاح کر لوں گی۔ میں نے صرف عباد سے محبت کی ہے اور شادی بھی اسی سے کروں گی۔ سمجھے آپ وہ حلق کے بل چیخی تھی۔

''آج کے بعد زبان سے کسی غیر مرد کا نام لیا ہے آئندہ یہ غلطی کی تو زبان گدی سے کھینچ لی

جائے گی۔ تم نے صرف اور صرف ملک زونیر عباسی کی بیوی بننا ہے صرف اسی کو سوچنا ہے وہ دھاڑے تو وہ لرز اٹھی۔ اور انہوں نے ملازمہ کو اسے اندر جانے کا اشارہ کیا تھا۔

''چھوڑو مجھے کہیں نہیں جانا ہے آپ یہ سب ٹھیک نہیں کر رہے ہیں مجھے پلیز جانے دیں۔'' وہ چیخ رہی تھی مگر وہاں کسے اس کے رونے تڑپنے کی پرواہ تھی یہ کپڑے زیورات لے کر جاؤ نوری اور اس لڑکی کو اتنا حسین بنا دو کہ ہمارے زونی کی نگاہ و دل خوش ہو جائے۔

اس نے ملک زبیر عباسی کا تحکمانہ لہجہ صاف سنا تھا اس نے سارے کپڑے اٹھا کر پھینک دیے تھے کہ میں یہ سب نہیں پہنوں گی مجھے نہیں کرنی ہے شادی مجھے یہاں سے جانے دو' خدا کے لیے مجھے یہاں سے جانے دو اس کی گریاں وزاری سے کم عمر نوری کا دل پسیجنے لگا تھا مگر وہ اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی بڑے مالک وہ کسی بھی قیمت پر لینے کو تیار نہیں ہے وہ بیٹھے سے کھڑے ہو گئے میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے جانے دیجیے پلیز۔'' اس نے ملک زوبیر عباسی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔''تم اب یہاں سے جاسکو یہ سپنا تو ہوسکتا ہے حقیقت نہیں، اور اس سپنے کی تعبیر اسی صورت مل سکتی ہے جب تم ملک زونیر عباسی سے نکاح کر لو گی۔'' وہ ٹھوس لہجے میں بولے تھے۔

''آپ کو ایک دفعہ بات سمجھ نہیں آتی؟ میں ملک زونیر عباسی عباسی سے شادی نہیں کر سکتی۔ وہ سسک رہی تھی۔''

''ٹھیک ہے یہی مرضی ہے تمہاری تو ٹھیک ہے ہم تو ویسے بھی ان جھنجھٹوں کے قائل نہیں نہیں ہے وہ تو زونی نے کہا کہ وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے اسی لیے رشتہ لے گئے اور آج نکاح کا بندوبست کیا ہوا ہے تم راضی نہیں ہو تو ٹھیک ہے رہو یہیں کہ ہم نے ہر جائز اور ناجائز طریقے سے اپنے زونی کی خواہش پوری کرنی ہے نکاح کرتیں تو ساری زندگی نبھاتے۔ نہیں مرضی تمہاری تو رہو جب تک زونی کا دل نہیں بھرتا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے عزت سے بیوی بننا ہے یا محض لذت کا ساماں۔'' وہ پیٹھ موڑے انتہائی ذلت آمیز گفتگو کرتے وہاں ٹھہرے نہ تھے اور اس کے قدموں تلے سے تو زمیں نکل گئی تھی اور پھر کیسا انکار اور کہاں کا انکار وہ لب بھینچے سسکیاں دبائے آنکھوں سے موتی لٹکاتی دل میں (......) کا جہاں آباد کیے نکاح نامے پر سائن کر گئی تھی۔ اس کے راضی ہونے کے بعد انہوں نے ملک کو اسد کے گھر سے بلا لیا تھا اور بھائی کے کارنامے کا سن کر اس کو دھچکا لگا تھا کہ ایسا اس نے نہیں چاہا تھا وگرنہ یہ سب تو وہ خود بھی کر سکتا تھا یہ' یہ کیا کر دیا ہے آپ نے بڑے لالہ میں نے ایسا کچھ کرنے کو نہیں کہا تھا آپ سے۔''

میں خود بھی اس سب کے حق میں نہیں تھا، مگر پرپوزل ٹھکرا دیا گیا تو یہی ایک راستہ بچا تھا انہیں ذرا شرمندگی نہیں تھی۔ یہ صحیح نہیں ہے بڑے لالہ، میں نے اُم لیلیٰ سے محبت کی ہے اور محبت زبردستی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ آپ اسے واپس بھجوا دیں وہ سختی سے کہہ گیا تھا۔ یہ تو اب ہونے سے رہا، خاموشی سے نکاح کرو ساری صورتحال میں سنبھال لوں گا۔ نکاح نہیں کرنا چاہتے تو تب بھی یہ یہیں رہے گی۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے اپنی محبت عزت سے حاصل کرنی ہے یا محض وقت گزاری کر کے روانہ کرنا ہے تو طے ہے کہ تیری ہوئے بغیر تو یہاں سے جا نہیں سکے گی بھائی کی باتوں میں چھپی

سوچ اس کا خون کھولا گئی تھی اور وہ بھڑک کر کچھ کہتا کہ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتے چلے گئے۔''بڑے لالہ وہ میری محبت ہے عزت بنانا چاہتا ہوں اس کے ساتھ محض وقت گزاری کا نہیں سوچا تھا میری محبت کی یوں تذلیل نہ کریں مجھے میری نظروں سے نہ گرائیں اس کی آواز نے ان کا پیچھا کیا تھا مگر وہ اپنے فیصلے سے ایک انچ بھی نہ ہٹے اور اس نے راہ فرار نہ پاتے ہوئے نکاح نامے پر سائن کر دیے کہ دوسری کوئی راہ نظر بھی تو نہیں آرہی تھی اور اسے اُم لیلیٰ کی عزت کا بھی خیال تھا۔

☆......☆......☆

وہ اپنے کمرے میں پہلی مرتبہ شکستہ چال چلتے نہ چاہتے ہوئے بھی آیا تھا کہ وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہ رہا تھا مگر راہ فرار حاصل کرنا بھی تو اختیار میں نہ تھا اور اس نے دروازہ کھلنے کی آواز پر گھٹنوں میں دیا سر اٹھایا اور وہ اسے دیکھنے لگا۔ اس کا بھرپور صرف اس کے لیے مگر زبردستی سجایا گیا تھا گلابی چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور میک اپ پھیل گیا تھا اس کے دل کو کچھ ہوا تھا اور وہ لب بھینچے سسکیاں روکنے کی کوشش میں ہلکان ہورہی دھیمے لہجے میں لرزنے لگی اور اسے لگا تھا کہ وہ کبھی اُم لیلیٰ سے نظر نہیں ملا سکے گا اور اس وقت بھی کچھ کہہ ہی نہیں پائے گا اور وہ ہارے ہوئے جواری کی مانند صوفے پر گرا تھا اور اس کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی تو وہ جھٹکے سے اٹھا اور واش روم میں گھس گیا اور شاور لینے کے بعد تھوڑا سکون ملا تھا اور اس نے بمشکل کچھ کہنے کے لیے خود کو راضی کیا تھا۔

''اُم لیلیٰ جو کچھ ہوا ہے میں اس کے لیے شرمندہ ہوں۔ آپ سے محبت کی ہے، شادی کرنا چاہتا تھا لیکن ایسے نہیں مجھے ہرگز بھی اندازہ نہیں تھا بڑے لالہ اس حد تک چلے جائیں گے۔'' وہ بیڈ کے وسط میں بیٹھی تھی اور وہ بیڈ کے کنارے پر ٹکتے ہولے سے بول رہا تھا اس نے نگاہ نہ اٹھائی تھی نہ اس کی پوزیشن میں فرق آیا تھا اور وہ بول ہی رہا تھا کہ اس کا سیل فون بجا تھا اس نے بت کی طرح بیٹھی اُم لیلیٰ کو ایک نگاہ دیکھا اور سرد سانس خارج کرتا اٹھا اور کال ریسو کی۔

'زونی اُم لیلیٰ کے فادر ہاسپٹلائز ہیں انہیں ہارٹ اٹیک آیا ہے۔''

''واٹ! آپ کو کس نے بتایا۔''

''میں نے اُم لیلیٰ کے بارے میں بتانے کو فون کیا تھا۔

''بڑے لالہ اس سب کے ذمہ دار صرف آپ ہیں آپ نے مجھے اُم لیلیٰ کے سامنے نظر اٹھانے کے قابل ہی نہیں چھوڑا' کتنے لوگوں کا مجرم بنالیا ہے اور اُم لیلیٰ کے فادر کو کچھ ہوا تو میں آپ کو اور خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا اس نے فون بند کر کے اُم لیلیٰ کو دیکھا جو باپ کا نام سن کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی کیا ہوا ہے بابا کو......؟'' وہ اس کے سامنے رکتے ہوئے بھیگے بھاری لہجے میں پوچھ رہی تھی اور لب ساختہ نظر چرا گیا۔ بتایئے میرے بابا کو کیا ہوا ہے؟''

وہ قدرے زور سے زور زور دے کر بول تھی۔

انہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے وہ مجرمانہ انداز میں بولا تھا'' میرے بابا کو کچھ بھی ہوا تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی اس کے آنسو میں روانی آ گئی تھی۔ چینج کرلو تو ہم ہاسپٹل چلتے ہیں۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے اس طرح جاؤں گی تو کم از کم اپنوں کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں

پڑے گی اس نے آنسو گرتے دیکھے تھے اور وہ شرمندہ ہو گیا۔

☆......☆......☆

''ابے' رخصتی کے لیے کہہ رہے ہیں زونی۔'' رخصتی اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی۔ وہ اسے زبردستی گاؤں لے آئے تھے کہ اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتے وہ عثمان حیدر کی موت کا خود کو ذمہ دار سمجھ لیا تھا اور انہیں صرف بھائی کی پرواہ نہ تھی۔ اور ایک یونہی گزر گیا اور وہ شہر جانے کے لیے پر تولنے لگا تو انوں نے رخصتی کی بات کر دی۔

دیکھو زونی جو ہونا تھا ہو گیا ہے اور جو کچھ ہوا ہے اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد تو ہوتی ہے تم پر نہیں، اس کے لیے بہتر ہوگا کہ تم اس سب کو بھول جاؤ وہ ایک ہی بات کی گردان سے چڑ گئے تھے کیا بھولنا اتنا آسان ہے بڑے لالہ......؟ میں اپنی نظروں سے گر گیا ہوں......؟ اُم لیلیٰ کے فادر وہ مر گئے ہیں۔

''ہاں تو کیا ہوا ہر انسان کو اول و آخر مرنا ہی ہے۔

بہتر ہوگا تم ان فضول سوچوں سے اٹھنے گرنے کے عمل سے نکل آؤ، کہ ہم نے وہی کیا جو بہتر سمجھا۔ اور ہم نے جو کیا اس کے لیے ہمیں مجبور کیا گیا تھا، پر پوزل لے گئے تھے اور کیا کرتے؟ تم نے ایک ہی تکرار کر کے ہمارے غصہ کو آواز دے رہے ہو اور وہ ہوگا جو ہم چاہتے ہیں اور اب اور ہم رخصتی کا سوچ چکے ہیں اور اپنی سوچ کا فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کو ہم شہر جا رہے ہیں اور یہ یاد رکھنا کہ جو تم نے آخری دفعہ کہا ہے اور ہم نے آخری مرتبہ سنا ہے، تم اپنا اور ہمارا سکون خراب نہ کرو۔'' وہ غصہ سے کہتے پھرے نہ تھے اور وہ جس ماحول میں جن لوگوں میں پلا بڑھا تھا جن کی بے حسی کے کتنے ہی نظارے کیے تھے اس کے باوجود بھی ملک زوبیر عباسی کی بے حسی سے اس کو تکلیف پہنچی تھی کہ وہ اس ماحول میں کبھی ایڈجسٹ ہو ہی نہیں سکا اور نہ ہی راہ فرار پا سکا کہ جس ماحول میں اس کی جڑیں تھیں وہ وہاں سے نکلنے کا محض سوچ سکتا تھا کہ اس طرح نکل جانے سے بھی احساس اور رشتے کی ڈور جڑ میں اٹکی جا رہی تھیں یہی وجہ تھی کہ اپنوں سے، اپنی روایات ماحول سے جو لوگ دور ہو کر زندگی گزارتے ہیں وہ ادھوری نا آسودہ زندگی بسر کرتے ہیں کہ اپنوں کی کشش مٹی کی کشش انہیں اپنی جانب کھینچتی رہتی ہے۔

☆......☆......☆

''ہم اپنے بیٹے کے اٹھائے قدم پر شرمندہ ہیں یہ انداز مخاطب ان کا شیوا نہیں تھا کہ وہ غلطی تو غلطی گناہ کو بھی انجام دینے کے بعد شرمندگی محسوس نہیں کرتے تھے اور شرمندہ تو اب بھی نہیں ہیں ہاں بس اس ضرب المثل پر چلتے ہیں کہ گڑ نہ دو گڑ جیسی بات کرو، اور وہ یہی کر رہے تھے آپ کی شرمندگی سے ہماری تکلیفیں تو ختم نہیں ہو سکیں گی بابا زندہ نہیں ہو سکتے؟''

میری بہن کو خوشیاں نہیں مل سکتیں۔'' وہ چہرے آنکھوں میں حزن لیے بولا تھا۔

''ہم نہ کسی تکلیف کا ازالہ کر سکتے ہیں، نہ کسی کو زندگی دے سکتے ہیں، ہاں آپ کی بہن کو خوشیاں ضرور دے سکتے ہیں اور آج ہم اسی سلسلے میں بات کرنے آئے ہیں جن حالات میں نکاح ہوا بہر حال نکاح ہو گیا ہے اور ہم اب عزت سے اپنی بہو کو رخصت کر کے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں وہ سجان کے ترش لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے نرمی و حلاوت سے بولے تھے۔

''آپ کے بیٹے جو عزت دے چکے ہیں بس

وہی بات ہے، مزید ذلت کی ضرورت نہیں ہے ہمیں آپ لوگ یہاں سے تشریف لے جائیں کہ جس نکاح کی آپ دہائی دے رہے ہیں میں اور میری فیملی اس نکاح کو مانتی ہی نہیں ہے۔ بہت جلد آپ کے بیٹے کو خلع کا نوٹس مل جائے گا۔ ملک زوبیر عباسی نسوانی آواز پر خاموش ہوئے تھے۔ اور وہ ڈرائنگ روم کے وسط میں آن کھڑی ہوئی تھی۔ سوچ سمجھ کر بولو بھرجائی کہ جو ناممکن ہے۔''

''ناممکن کو ہم ممکن بنا سکتے ہیں اتنے بھی کمزور نہیں۔

''بھرجائی تم ہرگز کمزور ہو اور رہو گی۔ بہتر ہوگا کہ فضول کی چخ چخ مت کرو سیدھے طریقے سے پہلے اپنانا چاہا زور پر اڑ کر انجام دیکھ لیا پھر وہی غلطی دہرانے کی کوشش نہ کرو، ہم جب تک نرم مزاجی سے دکھاتے ہیں جب تک ہماری بات مانی جاتی ہے کہ اپنے اصول اور بات کے خلاف کسی کو جاتے نہیں دیکھ سکتے۔

اور جو رشتہ قائم ہو چکا ہے وہ اب مدت کے بعد بھی ختم نہ ہوگا اور وہ صوفے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور شعلہ جوالہ بنی اُم لیلیٰ کو گھورتے ہوئے بول رہے تھے۔ اگر اس رشتے سے مر کر جان چھڑانی پڑی۔

''للی اندر جاؤ تم میں بات کر رہا ہوں۔''

''سبحان بھیا......''

''اندر جاؤ ابھی صرف بابا مرے ہیں میں تمہارا بھائی زندہ ہوں میں سب کچھ دیکھ لوں گا وہ جھلملاتی ہوئی نگاہوں سے بھائی کو دیکھتی وہاں سے چلی گئی تھی

''ہم عزت دار لوگ ہیں نکاح کی اہمیت خوب سمجھتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ہماری عزت پر حرف آئے اُم لیلیٰ نادان ان باریکیوں کو نہیں سمجھتی کہ جو ہوا ہے اس کو ایکسپٹ کرنا اس کے لیے مشکل ہے اس کچھ وقت چاہیے اور مجھے یقین ہے آپ اس سلسلے میں تعاون کریں گے۔ کہ رخصتی کرنا ابھی ہمارے لیے ویسے ہی ممکن نہیں، ابھی تو بابا کا چہلم بھی نہیں ہوا اور ماما عدت میں ہیں اس لیے یہ وقت ان باتوں کیلیے مناسب نہیں ہے رشتہ قائم ہو چکا ہے اور ہم توڑنا نہیں چاہیں گے اس لیے آپ کو اُم لیلیٰ کے گریجویشن تک تو انتظار کرنا پڑے گا سبحان نے کافی عقلمندی و سمجھاؤ سے بات کی تھی وہ وہ دونوں ہی اس کے قائل ہو گئے۔''

آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے لیکن ہم وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اتنا ہی انتظار کر سکتے ہیں جتنی ضرورت ہے آپ کی والدہ کی عدت کے پندرہ دن بعد ہی رخصتی ہوگی کہ ہمارے ہاں غیر برادری میں شادی نہیں ہوتی۔ شادی ہوگئی ہے تو ہم نبھانا چاہتے ہیں اور ہمارے گھر کی بہو بیٹیاں بناء کسی حجاب و پردے کے خیال کے بغیر نہیں پڑھا کرتیں جب تک وہ آپ کی بہن تھی آپ نے آزادی دی یہ آپ کا اپنا فعل تھا مگر اب وہ ہمارے خاندان کی بو ہے ہماری عزت ہے اور یہ بات ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے کہ وہ مخلوط تعلیمی ادارے میں پڑھے، ہم نے کوئی نوکری نہیں کروانی جتنا پڑھنا تھا پڑھ لیا اب آگے نہیں، ایسی کوئی اجازت ہم نہیں دیں گے۔ ملک زوبیر عباسی کا وہ حساب تھا چٹ بھی میری پٹ بھی میری

'ہم آپ کی خوشی و خواہش کا احترام کریں گے لیکن اُم لیلیٰ یہ سمسٹر تو دے لی، اور ہمیں یقین ہے آپ ہماری اتنی سی بات تو کم از کم رکھیں گے، وہ بھی کافی اٹل لہجے میں بولا تھا اور وہ غصہ کی لپیٹ میں اتے کچھ کہنے لگے کہ ملک ملک زوہیر عباسی نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا اور خود بولے تھے۔

ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے کہ رشتے کچھ مان

کر کچھ منوا کر ہی خوش اسلوبی سے نبھائے جا سکتے ہیں اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی آپ نرمی دکھا رہے ہیں آپ ہماری مان رہے ہیں تو ہم بھی آپ کی مرضی وخوشی کا احترام کریں گے بھرجائی یہ سمسٹر دیں گی اس کے بعد ہی رخصتی ہوگی جو ہوا آپ بھی بھول جائیں ہم نے بھی بھلا دیا ہے لیکن اجازت دے رہے ہیں مگر مکمل آزادی نہیں دے رہے ہیں کہ بھرجائی اب ہمارے اصولوں پر چلنا پڑے گا جامعہ وہ حجاب میں جائیں گی، اور لانے لے جانے کی ذمہ داری ہماری ہوگی ہم ڈرائیور کا انتظام کر دیں گے۔ اب چلیں گے کہ کافی وقت ہوگیا ہے۔

آنا جانا انشاء اللہ لگا ہی رہے گا'' وہ جانے کو کھڑے ہوگئے ان کی باتیں طیش تو دلاتی تھیں مگر وہ بہن کی خوشیوں کے آگے زندگی کا سوچ کر چپ ہی رہا کہ بہن بیٹی والے کمزور نہیں ہوتے مگر اولاد کی بھلائی کے لیے مہر بہ لب ہو جاتے ہیں کہ اسی میں بہن بیٹیوں کی بھلائی پنہاں ہوتی ہے اور اُم لیلیٰ کی بھلائی کا سوچ کر ہی وہ نہ چاہتے ہوئے بھی نرمی دکھاتا جھک گیا کہ ٹوٹنے سے بہتر جھکنا ہی ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

''تم سبحان بھیا کو کہہ دو ہانی وہ شخص نہیں پسند۔''

''بات تمہاری پسند اور ناپسند کی حدود سے نکل گئی ہے۔''

''ہاں میں بہت مجبور ہوگئی تھی لیکن میں اس مجبوری کے طوق کو ساری زندگی کے لیے گلے کا ہار نہیں بنا سکتی۔ جس سسٹم کے جن لوگوں کے میں خلاف تھی اس کا حصہ نہیں بننا چاہتی تھی اس شخص سے مجھے شدید نفرت ہے ہانی جس نے اپنی طاقت سے مجھے زیر با کر یا اور میں نے عزت بچانے کے لیے اسی کو جو عزت کے در پر تھا عزت کا محافظ بنا لیا مگر نہیں گزار سکتی اس کے ساتھ پوری زندگی کہ جب جب اس کی اور اس کے بھائی کی شکل دیکھوں گی اپنی بے بسی یاد آئے گی، اس کا جھکانا اور میرا جھکنا یاد آئے گا تم لوگ تو کم از کم میرے احساسات کو سمجھو میں نے محبت بھی نہیں اپنا وقار اور بھرم بھی کھویا ہے۔ وہ شخص جو مجھے آفر کر رہا ہے وہ میری نسوایت کی توہین تھی میرے پندار کو ٹھیس لگی ہے اور سبحان بھیا چاہتے ہیں کہ میں قسمت پر شاکر ہو جاؤں جو ہوا وہ بھول جاؤں کیسے ہانی کیسے؟ اس شخص کی شکل مجھے کچھ بھی کبھی بھی بھولنے نہ دے گی اور میں تل تل کر مرنا نہیں چاہتی۔'' اس کے آنسو پانی کی مانند بہہ گئے۔ میں تمہارے احساسات سمجھ رہی ہوں مگر تم بھی تو یہ ساری صورتحال سمجھنے کی کوشش کرو جو تم چاہتی ہو وہ نہیں ہو سکتا کہ رشتہ قائم ہی نہ رکھنا ہوتا تو قائم کیوں کیا جاتا؟ اور یہ بھی تو سوچو کہ جن دھمکیوں کے زیر اثر سے نکاح نامے پر سائن کروائے گئے وہ عوامل تو زندہ نہیں وہ اس دن بھی کچھ کر سکتے تھے اور آئندہ بھی بوہ تمہیں ہی نہیں ہماری فیملی کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں بڑے بابا کو تو ہم کھو ہی چکے ہیں۔ اب کسی اور کو کھونے کا حوصلہ نہیں ہے، اسی ڈر سے صرف تمہاری خوشیوں کے لیے تمہیں کھونے سے ڈر سے وہ اس سب کے لیے راضی ہوئے ہیں کہ نکاح کی اہمیت اور وقعت نظر انداز نہیں کر سکتے۔ کہ تم ملک زونیر عباسی کی بیوی ہو، تم ساتھ جانے سے انکار کرو گی تو وہ زبردستی لے جا سکتے ہیں۔ وہ بہت نرمی سے بول رہی تھی کہ وہ بول پڑی۔

''ہاں تو ملک زونیر عباسی، محض زبردستی ہی کر

سکتے ہیں مجھے میری رضا سے نہیں اپنا سکتے، جیسے طاقت کے بل پر بیوی بنایا گے آگے بھی طاقت آزمالے میں اپنی رضا سے تو اس کے ساتھ جانے سے رہی۔'' وہ آنسو رگڑتے ہوئے ضدی وہٹ دھرم لہجے میں بولی تھی۔

''پاگل ہوگئی ہو۔ فضول کی باتیں وحرکتیں کر کے خود بھی تماشہ بنو گی اپنی فیملی کو بھی بناؤ گی۔''

''میں اس سے زیادہ تماشہ کیا بنوں گی، تم لوگ کچھ بھی کہو میں اس سب کے لیے راضی نہیں ہوں گی۔''

ملک زونیر عباسی کو ناکوں چنے نہ چبوا دیے تو میرا نام بھی اُم لیلیٰ عثمان نہیں۔'' اس کا ٹھوس و وائل نہ جھکنے والا انداز ولہجہ انتقام کی آگ کے شعلے دکھاتا اس کو کچھ سہا گیا تھا اور اس نے سبحان کو اس کے ارادے بتادیے۔ ''آج کے بعد تم اس سے اس موضوع پر بات نہ کرنا کہ وہ ابھی کچھ سمجھے گی نہیں رخصتی کے لیے تقریباً 5 ماہ لیے ہیں کچھ ماہ گزریں گے تو اس کا غصہ اور جذباتیت کچھ مدھم پڑ جائے گی تو میں خود ہی اس سے بات کرلوں گا۔'' آج کے بعد اب ایسے بن جانا ہم نے جیسے وہ تکلیف دہ باتیں ہماری زندگی کا خاص کا اُم لیلیٰ کی زندگی کا حصہ نہ ہوں۔'' اس نے اپنے طور پر تو کہہ دیا مگر ایسا ممکن نہیں تھا۔

☆......☆......☆

کیوں مان نہیں لیتیں للیٰ، سبحان کچھ غلط تو نہیں کہہ رہا حجاب تو لڑکیوں کو سیفٹی دیتا ہے۔''

پورے ڈیڑھ ماہ بعد وہ یونیورسٹی جارہی تھی کہ آج سیمسٹر کی فرسٹ کلاس ہے سبحان نے اسے حجاب لینے کو کہا تھا۔ پہلے تو وہ چونکی تھی اور ابرو چڑھا کر وجہ بیان کی تھی اور سبب پتہ چلنے پر تو وہ غصہ سے بھڑکتی صاف انکاری ہوگئی تھی تو بیٹے کو غصہ میں آتے دیکھ کر انہوں نے بیٹی کو سمجھانا چاہا لیکن وہ سمجھنے کو تیار ہی کب تھی۔ یہی بات تو تھی کہ پہلے خیال کیوں نہ آیا۔'' گہرے طنز سے بولی۔

''اب آگیا ہے نہ تو بس وہی کرو جو ہم نے کرنے کو کہا ہے۔''

''سبحان بھیا! یہ آپ کا حکم ہوتا نہ تو ایک لفظ کہے بغیر عمل کرتی لیکن اب نہیں کہ میں آپ کے ارادوں سے انجان نہیں مگر یہ بھی طے ہے کہ میں اس رشتے کو نبھانے کی طرف سے سفر نہیں کروں گی اور جو رشتہ ہی نہیں نبھانا تو اس نام ونہاد رشتے سے جڑے نام نہاد رشتے داروں کے حکم کی تعمیل کیوں کروں......؟''

''خدا کے لیے چپ ہو جاؤ زندگی پہلے ہی کم مشکل میں ہے، تم مزید نہ بناؤ، نہ خود تماشہ بنو نہ ہمیں بناؤ۔ جب حالات میں رشتہ جڑا ہے کمپرومائز کرنا پڑے گا عزت اسی میں ہے۔'' ان کی ہمت جواب دینے لگی تھی۔'' مجھے ذلت بھری عزت کی کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں جن ذلیل لوگوں کے ذکر سے ہی نفرت ہے ان کی مرضی پر تو مجھے تھوپنے کی کوشش نہ کریں۔ بوجھ لگنے لگی ہوں تو صاف کہہ دیں، کسی یتیم خانے میں چلی جاؤں گی، اس بد بخت کی راحت کا ساماں نہیں بننا مجھے۔''

وہ ماں کے اٹھے ہاتھ کو بہتی آنکھوں سے دیکھتی بیگ اٹھاتی جھٹکے سے نکلتی چلی گئی۔'' میں تماشہ نہیں چاہتی سبحان، تم اس لڑکے کو فون کر کے بلاؤ میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ وہ گرنے کے سے انداز میں صوفے پر بیٹھی تھیں۔'' تم للیٰ کے پیچھے جاؤ کہ وہاں ملک زونیر عباسی سے ملاقات ہو تو اس سے کچھ کہہ نہ دے۔ سبحان شکستگی سے بولا تھا۔

''لیکن تائی امی......''

''مما کے پاس میں ہوں تم جلدی جاؤ اور گاڑی لے جاؤ میں گھر پر ہی ہوں۔'' نبیل سے اٹھا کر گاڑی کی چابی اسے دی تھی۔ جسے وہ تھامتی اور کتابیں اٹھائے باہر نکل گئی۔ وہ تیز تیز قدموں سے روتے ہوئے چلتے جا رہی تھی سبحان کی گاڑی دیکھ رکی تھی اور خاموشی سے آ کر گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ ''تم، کیا سبحان بھیا آفس نہیں جائیں گے جو تم گاڑی لے آئی ہو۔'' آنسو رگڑ کر بولی۔

''سبحان دیر سے جائیں گے اور بڑے پاپا کی گاڑی میں چلے جائیں گے اس نے جا کر یہ سب کہا تھا کہ وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ للی تم اس سب میں حق بجانب تو ہو، لیکن اس سب میں تائی امی بری طرح متاثر ہو رہی ہیں، تائی امی کی صحت اچھی نہیں ہے، بڑے پاپا کی موت کا صدمہ بھی گہرا ہے تم صرف تائی امی کے لیے ہی کمپرومائز کرلو وہ نہایت نرمی سے بولی تھی۔

''میں کسی کے لیے بھی کمپرومائز نہیں کروں گی۔'' ترشی سے بولی اور وہ کچھ کہتی کہ ہاتھ کے اشارے سے روک دیا تھا اور اُم ہانی لب بھینچ گئی تھی۔ گاڑی سے اتر کر چند قدم ہی آگے چلی تھی کہ پہلی نگاہ ملک زونیر عباسی پر پڑی تھی جو اسد سے بات کر رہا تھا کسی بات پر ہنس رہا تھا اور اس کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی تھی وہ اس کی طرف متوجہ نہ تھا نہ ہی دیکھا تھا اسے متوجہ اسد نے کیا تھا اور وہ اس دشمن جان کو ڈیڑھ ماہ بعد دیکھ مبہوت ہو گیا تھا کہ گلابی چہرہ تیکھے نین نقوش، سرخ ناک، بھیگی بھیگی سرخ آنکھوں سے وہ اس کو گھور رہی تھی اور وہ اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا اور اس کے ذہن و دل میں نفرت اُمڈنے لگی تو وہ بڑی تیزی میں وہاں سے نکلی تھی اور عجلت میں زمین پر پڑا پتھر دیکھا نہ تھا ٹھوکر لگی تو بری طرح لڑکھڑا کر گئی گرتی کہ اس نے بازو تھام لیا تھا۔''

ہے ڈونٹ ٹچ می۔'' ہاتھ چھوڑو میرا۔

وہ بری طرح چیخی تھی۔ گزرتے ہوئے اسٹوڈنٹ متوجہ ہو گئے تھے اور اس نے شعلہ برساتی نگاہوں کو دیکھا اور بازو آزاد کیا۔ ''ملک زونیر عباسی اپنی حد میں رہو تم جیسے گھٹیا لوگوں کے سہارے پا کر سنبھلنے سے بہتر ہوگا گرنا میرے لیے۔ اس لیے آئندہ ایسی غلطی مت کرنا انگلی اٹھا کر وارن کرتی بہت تیزی سے نکل گئی تھی جبکہ پیر میں تکلیف کا احساس جاگا تھا کیونکہ داہنے پیر کے انگوٹھے کا ناخن آدھا اکھڑ گیا تھا تیزی سے خون بہہ رہا تھا۔

اُم ہانی نے اس کے چہرے کو دیکھا جو ذلت پر سرخ ہو گیا تھا اور وہ کسی کو بھی دیکھے بغیر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

اس نے کلاسز تک نہیں لی تھیں اور اس نے ایک کلاس بھی بنک نہیں کی تھی، بھوک کے مارے جان نکل سی رہی تھی کیونکہ ناشتہ بھی نہیں کیا تھا اور ڈھائی بج گئے تھے۔'' گھر چلنے کا ارادہ ہے یا نہیں؟'' اس نے کتابیں سستی سے بیگ میں رکھتے دیکھ چبتے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔ ''گھر جانے کا دل نہیں کر رہا کہ وہاں جاؤں گی تو پھر وہی چخ چخ۔'' وہ جیسے اپنوں سے بھی بدگمان ہو گئی تھی اس نے تاسف سے اسے دیکھا تھا۔

''تمہارا دل نہیں کر رہا ہوگا مگر میں گھر جانا چاہتی ہوں، اٹھو اور چلو۔'' وہ خاموشی سے اٹھ گئی مگر آنکھوں کے نیچے اندھیرا سا چھا گیا تو اس نے گرنے سے بچنے کو دیوار تھام لی تھی۔'' اور کرو صبح سے فاقے یہی سب ہونا تھا۔''

اس نے چڑ کر کہا تھا اور اسے پانی کی بوتل دی تھی اور اس نے جھلملائی آنکھوں سے دیکھا

اور بوتل لے کر پانی پینے لگی تھی اور وہ اسے بزردستی کینٹین لے آئی تھی۔ ''کیوں خود کو اذیت دے رہی ہو؟''

''میں نہیں دینا چاہتی، سبحان بھیا اور مما کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتی، لیکن تم سب مل کر مجھے مجبور کر رہے ہو، جو میں نہیں چاہتی تم وہ لوگ مجھ سے کیوں کروا رہے ہو؟ مجھے میرے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ اس کے آنسو گرنے لگے اور وہ ان کے پیچھے سیٹ پر بیٹھا اس کے دکھ کو دل سے محسوس کر رہا تھا۔ اس سے بات کرنا چاہتا تھا، مگر کوئی راستہ نہیں تھا اور آج آیا یونیورسٹی اس لیے تھا اس سے بات کر لے گا اور راس کی تذلیل کرنے کے بعد اس نے کلاسز نہیں لی تھیں مگر موجود آس پاس ہی رہا تھا اور وہ کینٹین آئی تھیں وہ وہ بھی آ گیا اس وقت کینٹین میں اسٹوڈنٹ کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔

''تمہیں تمہارے حال پر نہیں چھوڑ سکتے۔ پرواہ کرتے ہیں تمہاری۔'' اس کے آنسو گرنے لگے۔

''مت کرو میری پرواہ۔ وہ کچھ کھائے پیے بغیر ہی اٹھ گئی۔

''للیٰ کچھ تو کھا لو تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے تمہاری طبیعت۔''

ویسے نہیں تو ایسے ہی مر جاؤں تو اچھا ہے۔'' بیگ کاندھے پر ڈالتی وہاں سے نکل گئی تھی۔'' میں نے اُم لیلیٰ سے بات کرنی ہے وہ اس کے سامنے آ کر بولا تھا۔ وہ آپ سے کوئی بات نہیں کرے گی وہ بہت غصہ میں ہے کچھ نہیں سنے گی۔''

''میں پھر بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔ بڑے لالہ کے ذریعے اُم لیلیٰ کی مرضی وضد پتا چلی ہے، صبح کا رویہ ابھی کی باتیں میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جو کچھ ہوا ہے اس سب میں میں بھی اُم لیلیٰ کی طرح بے بس ہوں اور میں اُم لیلیٰ سے بات کر کے آخر کوئی اپنا فیصلہ لینا چاہتا ہوں وہ اسے کافی سنجیدہ لگا اور صبح اُم کلثوم نے بھی تو اس سے بات کرنے کا کہا تھا اس لیے اس نے سوچا کہ وہ ڈائریکٹ اُم لیلیٰ سے ہی بات کر لے تا کہ اس کا صاف انکار اس تک پہنچ جائے پھر اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔'' میں گھر چلی جاتی ہوں آپ اُم لیلیٰ سے بات کر لیں اور میں اگر آپ پر بھروسہ کر کے اُم لیلیٰ کو آپ کے ساتھ جانے کی اجازت دے رہی ہوں تو امید ہے آپ میرے بھروسے کو توڑیں گے نہیں اور اس کی بد تمیزی کے جواب میں بھی اس کے ساتھ کچھ غلط نہیں کریں گے میں اُم لیلیٰ کو جانتی ہوں وہ آپ کی بات سنے گی نہیں صرف اپنی تلخیاں آپ پر ظاہر کر دے گی۔

''یہی تو میں چاہتا ہوں کہ ساری تلخیاں و غبار نکل جائے کہ گناہ گار میں ہوں مجھے سخت سے سخت سنا کر وہ کوئی سزا تجویز کرے۔

تو سب کے لیے یہی بہتر ہوگا تو آپ اطمینان سے جائیے کہ میں آپ کے بھروسے کو نہیں توڑوں گا کہ جتنا نقصان ہو چکا ہے وہی کم ہے وہ تاسف سے بول رہا تھا۔

''اُم لیلیٰ تو گاڑی میں بیٹھ گئی ہے اب کسی قیمت پر نہیں اترے گی اور میں اس سے کیا کہوں گی؟ اور آپ اس سے بات کہاں کریں گے؟'' وہ پارکنگ تک آ گئے تھے آپ کو میرا ڈرائیور چھوڑ دے گا اپنی گاڑی کی چابی مجھے دے دیں میں ایک گھنٹہ تک اُم لیلیٰ کو بہ حفاظت گھر چھوڑ دوں گا۔'' اس نے بڑی خاموشی سے گاڑی کی چابی اسے تھما دی وہ گھٹنوں میں سر دیے پیر سیٹ پر رکھے بیٹھی تھی۔ گاڑی اسٹارٹ ہو گئی تھی مگر اس کی پوزیشن میں فرق

نہ آیا۔ ''اُم لیلیٰ گاڑی یونیورسٹی کی حدود سے نکالنے کے بعد اسے پکارا تھا اور اس نے آواز پر تڑپ کر سر اٹھا اور اسے دیکھ کر پہلا تاثر بے یقینی اور حیرت کا تھا جو دوسرے ہی لمحے نفرت وخوف میں تبدیل ہو گیا۔

''آ...... آپ یہ...... یہ ہا...... ہا...... ہانی کہاں ہے......؟''

''اُم ہانی میرے ڈرائیور کے ساتھ گھر چلی گئی مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔''

''مگر مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی گاڑی روکیں۔ وہ دھاڑی تھی اور وہ اُس کے آنسوؤں سے بھیگے چہرے کو دیکھنے لگا تھا۔'' میں گاڑی سائیڈ میں روک رہا ہوں، تم مجھ سے بات۔ گاڑی روکتے ہوئے بول رہا تھا۔

''مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔' دروازہ کھولنے لگی تھی کہ وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ گیا تھا اور اس نے تو اپنا ہاتھ یوں کھینچا جیسے کرنٹ چھو گیا ہو۔'' بات کیے بغیر تم جا نہیں سکتی ہو۔ بہتر ہو گا کہ میری بات سن لو۔

''نہ سنوں تو میں اگر آپ کی ات تو کیا ہوگا......؟''

شادی کے انکار پر اغواء کرایا تھا، عزت تار تار کرنے کی دھمکی دے کر نکاح نامے پر سائن کروائے تھے، بات نہ سننے کے جرم میں پھانسی پر لٹکا دیں گے۔''

''اُم لیلیٰ اس کی کنپٹیاں سلگ رہی تھیں۔'' چلاؤ مت ملک زونیر عباسی کہ چلانا میں بھی جانتی ہوں اور سچ تمہیں اتنا کڑوا کیوں لگا......؟'' اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے ہی تو تم نے اپنی طاقت کے جوہر دکھائے تھے مگر اپنی فتح کا جشن منا نہیں سکے تھے نہ ہی مجھ پر حق جتا سکے تھے۔''

''میں نے جس مقصد سے بھی اپنے طاقت کے جوہر دکھائے ہوں مگر یہ تو طے ہے کہ تم میری بیوی ہو، میں تمہیں آزاد نہیں کرنے والا اس لیے زبردستی سے جوڑا گیا رشتہ زبردستی ہی نبھاؤ، نبھانا تو پڑے گا اس نے اپنی تمام تر نرم مزاجیاں ایک طرف کر کے سختی سے کہا تھا کہ وہ اس کی ہٹ دھرمی سے کچھ پہلے واقف تھی کچھ واقفیت آج کل میں ہوئی تھی اس لیے اس کے ساتھ وہ نرمی برت نہیں سکتا تھا کہ وہ باتیں بھی مشکل کرنے والی ہی کر رہی تھی اور اس کا تو خون ہی گرم تھا کہ باپ دادا سے وراثت میں غصہ وجلال لے کر پیدا ہوا تھا۔

''میں کسی رشتے کو نہیں مانتی وہ مدھم اب بھی نہ پڑی تھی۔

''تمہارے ماننے نہ ماننے سے حقیقت مٹے گی نہیں تم قانوناً اور شرعاً میری بیوی ہو۔''

''میں تم جیسے گھٹیا لوگوں کو خوب سمجھتی ہوں جو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے قانون اور شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں۔

اس کو ملک زونیر عباسی کا بیوی کہنا گالی کی مانند لگا تھا۔

''چلو کچھ نہ کچھ تو کرتے ہی ہیں اچھا نہ سہی مذاق ہی سہی، مذاق میں کہو طاقت کی زور آزمائی کہو بیوی تو بن گئی ہو چھوڑو اب فضول کے واویلے نفرت کے اظہار اور رخصتی کے لیے مان جاؤ۔'' وہ اس کو دیکھ رہا تھا اس کا گلابی چہرہ غصہ سے دہک رہا تھا وہ اس سے کچھ ہی فاصلے پر بیٹھی آنسو بہا رہی تھی اور اس نے آنسو صاف کرنے کو ہاتھ بڑھایا تا کہ وہ ہاتھ جھٹکتی ناگواری سے منہ پھیر گئی تھی۔

''اپنی حد میں رہو ملک زونیر عباسی، چھونے کی کوشش بھی نہ کرنا ورنہ۔''

''ورنہ کیا مسز ملک زونیر عباسی۔'' وہ کچھ ریلکس ہو گیا تھا۔'' ورنہ میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔''

وہ بھڑکی تھی۔
''جان بھی دے دوں تو کہے تو او جان جاناں۔''
چھڑاتی دروازے سے جا چپکی تھی۔ ''مجھ سے دور رہیں ملک زونیر عباسی، اپنی کسی بھی خواہش کی تکمیل کے لیے میرے نزدیک آنے کی کوشش بھی مت کرنا۔ لہجے میں خوف تھا اور آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی۔'' او مائی گاڈ شیرنی کب تک بکری کے قالب میں ڈھلنے لگی......؟'' اس کا رُخ اپنی جانب کیا اور وہ آنکھیں میچ گئی لرزتی پلکیں، کانپتے لب، اس نے بے اختیار اسے سینے سے لگالیا۔ ''آئی لو یو اُم لیلیٰ، جو ہوا اس سب میں، میں بے قصور ہوں، بھول جاؤ معاف کردو مجھے اور۔
''پلیز لیو می......؟'' روتے ہوئے مزاحمت کی تھی اور وہ جیسے ہوش میں آتا اسے آزاد کر گیا تھا۔
میں نفرت کرتی ہوں تم سے۔''
نہیں رہنا تمہارے ساتھ نہیں رکھنا تم سے کوئی رشتہ، نہیں کر سکتی ہوں تمہیں معاف نہ ہی بھول سکتی ہوں اپنی توہین، تم نے میرا سارا غرور طنطنہ اپنی طاقت تلے روند دیا، اُم لیلیٰ کو زندہ درگور کر دیا۔ میری زندگی تباہ کر کے درمیانی راہ نکالنے کے خواہش مند ہیں، مجھے نہیں نکالنی ایسی کوئی درمیانی راہ، آزاد کر دیں مجھے نام و نہاد زبردستی کے کاغذی رشتے سے۔ وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے سسک رہی تھی۔
''نہیں کر سکتا ہوں محبت کرتا ہوں تم سے......'' اس کی تڑپ اور تکلیف پر وہ تڑپ اٹھا تھا۔ میں آپ سے نہ محبت کرتی ہوں نہ کر سکتی ہوں۔ آپ نے صرف اپنی خواہش اور اپنی محبت صرف اپنے بارے میں سوچا، میں میری خوشی، میری محبت کا کیا ملک زونیر عباسی؟ سپنے تو میں نے بھی کیے سجائے تھے، تمنا تو میں نے بھی کی تھی محبت میں نے بھی کی تھی آپ نے اپنی محبت کے نصیب میں وصل لکھنے کی خواہش میں میری زندگی جہنم بنا دی ہے میری محبت کو ہجر عطا کر دیا۔ اور میں کیوں آپ کے بارے میں سوچوں؟ جس نے میری اتنی توہین کی، انکار کا مجھے حق تھا مگر میرے انکار کو اقرار میں بدل دیا گیا ہے۔ آپ کہتے ہیں نہ اس سب میں آپ کا کوئی ہاتھ نہ تھا کیوں اب زبردستی کر رہے ہیں؟ کر دیں مجھے آزاد اس نے بڑی بے دردی سے آسور رگڑ کر اسے دیکھا تھا۔ ''تم سمجھ نہیں رہی ہو اس سب میں میری فیملی انوالو ہے میں تمہیں طلاق نہیں دے سکتا ہوں کہ ہمارے ہاں طلاق نہیں دی جاتی ہے میں نے اگر ایسا کیا تو اب تمہیں مار دیں گے وہ بے بسی کی کڑی منزل پر کھڑا تھا۔
''ہاں تو مار دیں نا ذلت کی زندگی سے تو عزت کی موت بہتر ہے۔'' وہ تڑخ کر بولی۔ ''میں تمہیں طلاق تو کسی قیمت نہیں دوں گا اور چاہتی ہو کہ جس طرح پہلے زبردستی کی گئی ایسا کچھ دوبارہ نہ کی جائے، تو اس بات کو اپنے ذہن سے نکال دو لب پر آنے بھی نہ دو کہ میں سختی اور جارحانہ پیش روف نہیں کرنا چاہتا ہوں کہ تم ضد پر قائم رہیں تو مجھے جبراً ساتھ لے جانا ہوگا اور ایسا کرتے ہوئے مجھے کسی بھی قسم کی شرمندگی نہ ہوگی۔ سختی سے لفظ لفظ پہ زور دے کر بولا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔
''فی الحال میں تمہیں گھر ڈراپ کر رہا ہوں۔ اپنا مائنڈ میک اپ کر لو بہت جلد تم نے دلہن بن کر میرے سونے آنگن میں اتر کر اسے اپنے وجود سے آباد کرنا ہے۔
''میں ایسا کچھ نہیں کروں گی، تمہاری زندگی جہنم سے بدتر نہ بنا دی تو میرا نام بھی اُم لیلیٰ عثمان نہیں۔''
وہ اس کے مضبوط ارادوں کے سامنے بھربھری مٹی کی

مانند بیٹھتی چلی گئی۔ ''یہ میرا تم سے وعدہ رہا تمہار ہر سزا کو ہنس کر برداشت کرتا رہوں گا۔ مگر تم پر کوئی آنچ آنے نہیں دوں گا۔'' اس کی ہٹ دھرمی سے بھی تکلیف ہوئیت ھی اور اس کی بے بسی بھی دل پر وار کیا تھا۔ مجھے آپ کے وعدے نہیں چاہیں جو نقصان میرا کر چکے ہیں بس وہی بہت ہے کہ یہ ازالے کی نہیں میری بے بسی اور مجبوری آزمانے کی کوشش ہے۔''

''میں تمہاری مجبوری کو خوشی بنانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔''

''ملک زونیر عباسی، مجبوریوں کے طوق کبھی خوشی نہیں بنتے۔''

وہ آنسو رگڑتی بیگ کاندھے پر ڈالتی آنچل سنبھالتی گاڑی سے اتر گئی تھی۔ ''ملک زونیر عباسی، یہ میرا اُم لیلیٰ عثمان کا تم سے وعدہ رہا کہ میں اپنی مجبوریوں سے تمہیں اور تمہارے خاندان کو فائدہ اٹھانے نہیں دوں گی۔ اپنی مجبوری کو ڈھال بنا کر تمہیں تمہاری اوقات بتاؤں گی، تمہیں اس نہج پر لے جاؤں گی کہ تم مجھے خود آزاد کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔'' وہ بے لچک لہجے میں کہتی ٹھہری نہ تھی، گھر میں داخل ہوئی تھی کہ پہلی نگاہ سبحان کے ساتھ بیٹھے ملک زوہیر عباسی پر پڑی تھی کہ جنہیں وہ نظر انداز کرتے گزرنے لگی تھی کہ 'لالہ' یہ بھرجائی اپنے سابقہ حلیے میں ہی جامعہ گئی تھیں، جبکہ ہم نے کہا بھی تھا حجاب۔''

''ملک زوہیر عباسی میں اپنی مرضی کی آپ مختار ہوں کسی کے فیصلوں پر نہیں چلتی۔'' وہ رک کر درشتگی سے بولی تھی سبحان نے اسے گھورا تھا اور وہ تو بھڑک کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ''بھرجائی زمانے چلے گئے جب آپ کی مرضی چلا کرتی تھی اب وہی کریں گی جو جیسا جو چاہیں گے۔''

''وہ زمانے کبھی نہیں آئیں گے ملک زوہیر عباسی، اور تم مجھے حجاب میں کیوں دیکھنا چاہتے ہو اس لیے کہ میں تمہارے خاندان کی بہو ہوں تمہارے اس گھٹیا بھائی کی بیوی ہوں۔ جو عزتوں کی پامالی کی دھمکیوں کی بنا پر شرعی رشتے قائم کرتا ہے وہ انہیں تحیر بھری نگاہوں سے دیکھتی طنزاً کہہ رہی تھی۔

''بھرجائی زبان سنبھال کر بات کر۔'' وہ بھڑک اٹھے تھے۔

''آواز نیچی رکھو یہ تمہارا نہیں ملک زوہیر عباسی، اُم لیلیٰ عثمان کا گھر ہے۔'' لیلیٰ تمیز سے بات کرو۔

''سبحان بھیا تمیز سے اس سے بات کی جاتی ہے جو عزت کے تمیز کے لائق ہوتے ہیں اور یہ مجھے حجاب کروائیں گے، انہیں اپنی عزت کا بڑا خیال ہے کہ ان کی بہو بیٹی کو کوئی دیکھے بھی نہ، اور خود یہ دوسروں کی بہن بیٹیوں کو اغواء کر کے دھمکا کر اپنائیں، بے عزت کریں۔ میری بات کان کھول کر سن لو ملک زوہیر عباسی، تم لوگوں کے کہنے پر میں کچھ نہیں کروں گی اور اب کیوں کروانا ہے، مجھ سے حجاب ڈر ہے کہ کوئی اور آپ جیسی جی داری نہ دکھا دے۔''

''بس چپ کر جاؤ، میری خاموشی کو میری کمزوری نہ سمجھو زونی مجھے بے حد عزیز ہے اور اس کی خوشی کے لیے۔''

ان کا چہرہ خطرناک حد تک لہو رنگ ہو گیا تھا۔

''میں انسانیت کے درجے سے بھی گر سکتا ہوں۔''

''ہاں ایسا ہی ہے اور تم نے جتنی بدتمیزی کی ہے نہ کوئی اور ہوتا تو کھڑے کھڑے زمیں میں گاڑ دیتا مگر تم زونی کی بیوی ہو اس لیے برداشت کر گیا اور مسٹر سبحان اس لڑکی کے تیور ہم نے دیکھ لیے رخصتی چھ ماہ بعد نہیں کل ہی ہوگی، تیاری کر لیجیے گا۔'' ایک تیز نظر شعلہ جوالہ بنی اُم لیلیٰ پر ڈالی تھی اور اُم لیلیٰ اس روپ میں حیران ہوتے سبحان کو مخاطب کیا تھا۔ ''یہ تمہار بھول ہے کہ میں اپنی رخصتی کے لیے راضی ہو

جاؤں گی۔''

تمہارے راضی ہونے کی پرواہ کسے ہے، کل آئیں گے عزت سے چلو گی تو ٹھیک ہے ورنہ حربے بہت آتے ہیں۔''

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے نکلتے چلے گئے۔''ہاتھ جوڑتا ہوں تمہارے آگے اُم لیلیٰ نہ خود تماشہ بنو نہ ہمیں بناؤ۔'' معاملات کو تم نے ہٹ دھرمی سے بگاڑ دیا ہے کیوں نہیں سمجھ رہی ہو کہ وہ طاقت ور ہیں میں بہت کمزور 3 عزتوں کے ساتھ انکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔تم اس کی بیوی کو زبردستی بھی لے جا سکتا ہے وہ، اور یہ میرے لیے نا قابل برداشت ہے۔ جو ہوا اس کی تکلیف سے ہی نہیں نکلا، تم مزید میرے لیے پریشانیاں کھڑی کر رہی ہو۔ میں تو بس اتنا چاہتا چاہتا ہوں کہ تم عزت سے رخصت ہو جاؤ، ورنہ یہ معاشرہ تمہیں جینے نہیں دے گا۔ جس بات کی کسی کو بھی خبر نہیں ہے کیوں سب کو خبر کرنے پر تلی ہوئی ہو؟ یہی سمجھ کر خاموشی اختیار کر لو کہ میں نے خود اس سے تمہاری شادی کی ہے اور رخصت کر رہا ہوں، کچھ تو میری بے بسی کو سمجھو کہ تمہاری ہی عزت کے خیال سے میں نے مفاہمت کی راہ اپنائی ہے۔''وہ دھیمے لہجے میں بول رہا تھا اور وہ بھائی کے کاندھے سے لگی سسک اٹھی تھی۔''آئی ہیٹ ہم بھیا، آئی ہیٹ ہم میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی وہ بری طرح بلک بلک کر رو رہی تھی، سبحان کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔ چپ کر جاؤ بس یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے اور میری بہن بہت بہادر ہے ہر آزمائش پر پوری اترے گی، اللہ پر بھروسہ ہے نہ تو بس بھول جاؤ کیا کیسے کیوں ہوا؟ صرف اللہ کو یاد رکھو کہ بس یہی اللہ نے تمہاری قسمت......''وہ اس کے کاندھے پر جھول گئی تو وہ چپ کر گیا اور پریشانی کے عالم میں اسے لیے ہاسپٹل دوڑا تھا۔نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا کہ تمام صورتحال ہی پریشان کن تھی اور وہ حد درجے جذباتی اس نے اس کو سب فیل بھی بہت کیا تھا اور ان سے عثمان حیدر کی موت کا صدمہ وہ اندر تک ٹوٹ گئی تھی۔

''میری بہن کی اس حالت کے صرف اور صرف تم ذمہ دار ہو۔ بابا کی موت کا صدمہ تو میں جھیل گیا تو ہین بھی برداشت کر لی لیکن میری بہن کو کچھ ہوا نہ تو تم لوگوں کو چین سے جینے نہیں دوں گا کہ میں نے اگر ہر ایک توہین اور دھمکی برداشت کی ہے تو صرف اپنی بہن کی خاطر۔'' وہ دونوں بھائی کچھ دیر قبل ہی آئے تھے جبکہ وہ گیارہ گھنٹوں سے آئی سی یو میں تھی اور اب رات کے ساڑھے 3 ہو رہے تھے۔ سبحان نے تو انہیں اطلاع دینا ضروری نہیں سمجھا تھا اُم ہانی کی کلاس فیلو رباب نے اُم ہانی کو برتھ ڈے وش کرنے کے لیے رات 12 بجے کے بعد کال کی تھی تو تب ہانی نے اُم لیلیٰ کی خرابی طبیعت کے بارے میں بتایا تھا رباب ملک زوہیر عباسی کے دوست اسد میں انٹرسٹڈ تھی رات فون پر بات کرتے ہوئے اس نے اُم ہانی سے ہوئی بات بتا دی تھی اور اس نے اسی وقت دوست سے رابطہ کیا تھا وہ لاعلم تھا اور پریشان ہو کر اس نے سبحان کو کال کی تھی اور سبحان نے نہ چاہتے ہوئے بھی اسپتال کا پتا بتا دیا۔ اور وہ اکیلا نہیں ملک زوہیر عباسی کے ساتھ وہاں پہنچا تھا۔ سبحان کے سُتے ہوئے غمزدہ چہرے کو دیکھ کر اسے شرمندگی اور افسوس ہوا تھا اس لیے وہ درشتگی سے کہنے پر کچھ نہیں بولا تھا صبح 7 بجے کے قریب ڈاکٹر نے اس کے ہوش میں آنے کی اطلاع دی تھی۔ تشکر کے احساس سے سبحان کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

وہ ماں کی وجہ سے اُم ہانی کو ساتھ نہیں لایا تھا۔ روم میں شفٹ ہونے کے بعد وہ بہن سے مل آیا تھا۔

''سبحان لالہ، آپ گھر چلے جائیں آپ کو آرام کی۔''

''دیکھو زونیر لیلیٰ مینٹلی طور پر ڈسٹرب ہے میں نے جو تمہارے بھائی اور بابا سے وعدہ کیا ہے میں اس کو ضرور پورا کروں گا۔ ابھی تم سے ریکویسٹ ہے کہ تم یا تمہاری فیملی کا کوئی بھی ممبر لیلیٰ کے سامنے نہ جائے۔'' کافی گھنٹوں بعد ملک زونیر عباسی نے سبحان کو مخاطب کر کے کہنا چاہا تھا مگر وہ رک گیا تھا۔

''میرا آپ سے وعدہ ہے کہ میری طرف سے کوئی تکلیف اُم لیلیٰ کو نہیں پہنچے گی، آپ مجھ پر بھروسہ کر کے گھر چلے جائیے میں اُم لیلیٰ کے سامنے جائے بغیر اس کا خیال وحفاظت کروں گا۔ سبحان نے سرخ نگاہوں سے اس کے پژمردہ چہرے کو دیکھا مگر وہ تعامل کا ہی شکار تھا کہ ملک زوہیر عباسی نے آگے بڑھ کر سبحان کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''جو کر چکے ہیں، اس پر نادم ہیں مزید کچھ غلط کرنا کا نہ ارادہ ہے نہ کریں گے۔ تمہارے احساسات سمجھ رہے ہیں، ہم خود بہن بیٹی والے ہیں جذبات واہنکار میں غلط کرئے ہیں تو مطلب یہ نہیں کہ ہمیں عزتوں کا پاس نہیں ہے۔''

اُم لیلیٰ آج سے صرف تمہاری نہیں میری بھی بہن ہے تم مطمئن ہو کر جاؤ۔ ہم اس کا خیال رکھیں گے۔''

اُم لیلیٰ شرمندہ کر دینے والی گفتگو بھائی کی بے چارگی اور شرمندگی ان سے بات کرتے ہوئے کترانا اداس اور پریشان رہنا یہ وہ عوامل تھے جنہوں نے باہم مل کر ان کو شرمندہ کیا تھا۔ اور جس کا اظہار کرتے ملک زونیر عباسی کو نئے نئے مگر اچھے اور اپنے لگے۔

سبحان کے پاس بھروسہ کرنے کے علاوہ کوئی اور دوسرا راستہ ہی نہیں تھا۔ اس لیے انہیں آزما لینے کو وہ اُم لیلیٰ کو ان کے سہارے چھوڑ گیا کہ ذہن و دل کو یہ تسلی بھی کافی تھی کہ ملک زونیر عباسی ان کی بہن کا محرم ہے۔ ''بڑے لالہ......''

''کچھ نہ کہو میری جان، جب سب کچھ بگاڑا ہے۔ میں نے ہے تو سیدھا بھی میں کروں گا۔ بس تم ریلکس ہو جاؤ، میں تمہیں پریشان اور اداس نہیں دیکھ سکتا بی کاز آئی لو یو ویری مچ مائی لٹل برادر'' وہ اس کے لیے مخصوص محبت وشفقت سے بولے تھے اور وہ ان کے سینے سے لگا ایک دم ہی رو پڑا تھا۔ ''بڑے لالہ میں اُم لیلیٰ کو کھونے کے احساس سے ہی بہت ڈر گیا تھا۔

میں اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا بہت محبت کرتا ہوں اس سے۔'' وہ مجھے معاف کر دے گی نہ بڑے لالہ......؟'' کیوں نہیں کرے گی مجرم تم نہیں مجرم تو میں ہوں۔''

''نہیں بڑے لالہ وہ مجھے بھی اپنا مجرم مانتی ہے کہ آپ نے جو کیا صرف میری چاہت میری خوشی میری انا کے لیا کیا۔ اور میں اس کا مجرم ہوں بڑے لالہ۔ بس اس سے کہیں وہ مجھے معاف کر دے۔ مجھ سے دور جانے کی بات نہ کرے نہ یہ کہے کہ وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ میں اس کی نفرت برداشت نہیں کر سکتا ہوں بڑے لالہ......'' وہ اسپتال کیے بغیر بے اختیار روتے ہوئے بول رہا تھا اور انہیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ اُم لیلیٰ سے اتنی شدید محبت میں گرفتار ہے کہ انہوں نے صحیح راستہ بھائی کی چاہت میں اختیار کیا تھا۔ اور روایات توڑ کر رشتہ لے گئے تھے۔ مگر جو کچھ غلط کیا وہ بھائی کی چاہت سے زیادہ غصے اور ضد میں آ کر کیا کہ انکار تو وہ برداشت کر ہی نہیں سکتے۔

''ڈونٹ وری، میری جان، میں ہوں نہ میں سب ٹھیک کر دوں گا، تم گھر جاؤ فریش ہو ہو کر آ جاؤ۔'' وہ جانے کو راضی نہ تھا مگر انہوں نے زبردستی بھیجا تھا اور خود وہیں ایک کرسی پر بیٹھ گئے تھے ان کے

ذہن میں بہت سی باتیں چل رہی ہیں۔ اُم لیلیٰ کا رویہ بھائی کی حالت یہ سب کچھ گڈمڈ ہونے لگے ہیں جبکہ انہوں نے اس سب کا کوئی مثبت حل نکالنا ہے کیونکہ یہ تو طے ہے کہ وہ بھائی کو غمزدہ نہیں دیکھ سکتے اور اس کی خوشی کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں، لیکن انہیں اپنی حد مثبت ہی رکھنی ہوگی یہ انہیں اندازہ ہوگیا تھا۔

☆......☆......☆

تم اتنے نخرے کیوں دکھا رہی ہو چلی چلو کہ تم نہیں جاؤ گی تو میں بھی نہیں جاسکوں گی۔'' ان کی اکلوتی پھوپھو کے اکلوتے بیٹے کی شادی تھی وہ جانے کے لیے راضی نہ تھی اور وہ اسے منا منا کر کچھ چڑ سی گئی۔ کہ اسے ہمیشہ سے ہی آنے جانے کا بے حد شوق تھا۔ جبکہ وہ پارٹیز وغیرہ سے ہمیشہ دور رہنا ہی پسند کرتی تھی اب تو جیسے وہ زندگی سے بے زار ہی آگئی تھی۔ ''ایسا کرو تم اور سبحان بھیا۔''

''سبحان منع کر چکے ہیں، انہیں آفس میں بہت کام ہے وہ اداسی سے اس کی بات کاٹ گئی تھی۔

''منع تو میں بھی کر چکی ہوں۔''

''ہاں، تو میں ہی پاگل ہوں نہ جو تمہارے نخرے برداشت کرتی رہتی ہوں وہ گزرتے ساڑھے 4 ماہ میں اس کے ساتھ بہت ہارش بی ہیو کر چکی تھی۔ اس کے آنسو گرنے لگے تو وہ شرمندہ ہوگئی۔ آئی ایم سوری ہانی میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتی لیکن۔

''بس رہنے دو تم نہ جانے کس کا غصہ و بار مجھ پر نکالتی رہی ہو، اور میں جب تمہاری ہر اچھی و بری بات تمہاری دوستی و محبت برداشت کرسکتی ہوں تو تم کیا میری خوشی کے لیے ایک شادی اٹینڈ نہیں کر سکتیں۔''

وہ آنسو رگڑتے ہوئے بول رہی تھی۔ ''اوکے میں اسلام آباد چل رہی ہوں۔'' وہ جیسے اس کی محبت کے سامنے ہار گئی تھی اور وہ بے ساختہ اس کے سینے سے لگ گئی تھی۔

''تھینک یو میری بچ ٹکٹ آئے ہیں اور ہم کل صبح 9 بجے کی فلائٹ سے اسلام آباد جا رہے ہیں۔'' اس نے نم لہجے میں سرشاری سے کہا تھا اور اس نے اسے پرے دھکیل کر گھورا۔

''اتنی دیر سے تم ڈرامے کر رہی تھیں؟''

''میری محبت ڈرامہ نہیں ہے۔'' وہ اس کے بھڑکنے کو خاطر میں ہی نہ لائی تھی۔ میں نے ساری پیکنگ بھی کرلی ہے۔''

''ہاں ساری تیاری و پیکنگ اپنی ہی کی ہوگی۔'' اور میں تو جیسے ماسیوں والے حلیے میں شادی اٹینڈ کروں گی، اپنی مرضی سے سارا پروگرام طے کرلیا۔ میں شادی میں پہنوں گی کیا......؟'' وہ کافی عرصے بعد اپنے مخصوص انداز میں الجھ رہی تھیں۔

''تمہاری طرح بے مروت نہیں ہوں، اپنے ساتھ تمہاری بھی شاپنگ کی ہے، ویسے تو میں نے پیکنگ کردی ہے دیکھنا چاہو تو دیکھ سکتی ہو۔''

''تمہاری پسند پر اعتبار ہے مجھے۔'' ہاں تم نے خود ڈنڈی ماری ہوئی تو میں تمہارے کپڑے لے لوں گی۔ اس نے آنکھیں گھمائیں تھیں۔'' ہاں تو تم ہو ہی سدا کی ندیدی، مگر میں اپنا ریڈ سوٹ کسی بھی قیمت پر نہیں دوں گی پہلے ہی بتا رہی ہوں۔ اس سوٹ کی طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تا کہ وہ سوٹ سبحان نے خود مجھے اپنی پسند سے لے کر دیا ہے۔

''تم بھول رہی ہو مسز سبحان کہ ریڈ کلر مجھے سخت ناپسند ہے۔'' وہ اُس کے انداز پر چڑ کر بولی تھی اور وہ جھینپ گئی تھی۔'' ابھی تو بڑی شرم آرہی ہے، ساتھ جا کر شاپنگ کرتے شرم نہ آئی، وہ ایک دوسرے کی اپنے مخصوص انداز میں ٹانگ کھینچ رہی تھیں۔

(باقی اگلے ماہ، پڑھنا نہ بھولیے گا)

محبتوں سے گندھی تحریر کا دوسرا حصّہ

داخلی دروازے پر کھڑی مہمان خواتین کو سونف کھلاتی اُم لیلیٰ کو دیکھ کر وہ خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوگیا تھا کیونکہ اُس سے یہاں ملاقات کی بالکل بھی امید نہ تھی اور وہ اُسے تقریباً ڈھائی ماہ بعد دیکھ رہا تھا۔ گہرے پیلے رنگ کے شیفون جارجٹ سوٹ میں جس پر وائٹ پرل خوبصورتی سے جڑے ہوئے تھے، لائٹ نیچرل میک اپ، ہاتھوں میں صرف گجرے پہنے، لانبے بال شانوں پر بکھرائے، مسکراتی ہوئی وہ اُسے مبہوت کرگئی تھی اُس نے اب تک سادے کاٹن کے سوٹ میں دھلے ہوئے منہ کے ساتھ ہی، سیدھی مانگ کی چٹیا میں ہی اُسے دیکھا تھا۔

اسد کے ٹھوکا دینے پر وہ چونک کر میکانکی انداز میں آگے بڑھا تھا، ہانی کی بات کا جواب دینے کو اُس نے گردن موڑی تھی اور اُسی کی طرف دیکھتے ہوئے اُس نے بھرا ہوا چمچہ آگے کیا تھا۔ بات مکمل کرکے اُس طرف مڑی تھی تو ملک زونیر عباسی کو دیکھ کر چمچہ ہی نہیں پلیٹ بھی ہاتھوں سے چھوٹ گئی تھی۔

اُس کی نگاہوں میں وارفتگی سی تھی اور لیلیٰ کی کاجل سے بھری گہری براؤن آنکھیں اپنے اندر غصہ وناپسندیدگی جمع کرتی جھک گئی تھیں اور وہ کسی کو بھی دیکھے بنا اندر کی طرف قدم بڑھا گئی اور ہانی اُس کے پیچھے لپکی تھی۔

''دیکھو ابھی کسی کو کچھ خبر نہیں ہے، تم کیوں اس طرح سب کو خبر کرنے پر تلی ہو۔'' لیلیٰ کمرے میں آکر جانے کی تیاری کرنے لگی تھی تب ہانی غصہ سے بولی۔

''مجھے کسی کی پروا نہیں ہے، میں اُس جگہ نہیں رُک سکتی جہاں وہ گھٹیا شخص ہے۔'' وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنا سارا سامان بیگ میں ڈال رہی تھی۔ اور اُس کو بے قابو ہوتے دیکھ کر ہانی نے فون کرکے ساری صورت حال سبحان کو بتادی تھی۔

''تمہیں میری قسم لیلیٰ تم وہاں سے اس طرح نہیں آؤ گی۔'' سبحان نے فقط اتنا ہی کہہ کر لائن کاٹ دی تھی۔

''تم سب لوگوں کو میں اس سب کے لیے معاف نہیں کروں گی، تم لوگ میرا ساتھ دینے کے بجائے اُس کی حمایت کرتے رہتے ہو۔'' اُس نے سینڈلز پٹختے ہوئے کہا۔

''مجبور ہیں ہم جو ہوا اُسے بدل نہیں سکتے زونیر بھائی تمہیں چھوڑنے کو راضی نہیں ہیں، مصالحت آمیز رویہ تو اپنانا ہی ہوگا کہ اب انہیں نہ برا بھلا کہہ سکتے ہیں نہ جان سے مار سکتے ہیں۔''

''مجھے ہی جان سے مار دو نا تاکہ مصیبت سے ہی چھٹکارا مل جائے۔'' وہ خود ترسی کا شکار ہونے لگی۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ باتھ روم میں گھس گئی۔

''تم دونوں کیا کمرے میں گھس کر بیٹھ گئی ہو، رسمیں شروع ہو رہی ہیں، مما بلا رہی ہیں۔'' انوشے کو اُس نے آنے کا کہا تو وہ واپس پلٹ گئی۔ انوشے اور ولید دو ہی بھائی بہن تھے، ولید کی شادی تھی اور ولید کی شادی اسد کی بہن سے ہو رہی تھی اسی لیے ملک زونیر عباسی لڑکی والوں کے ساتھ آیا تھا کہ وہ اسد کو انکار نہیں کر سکا تھا۔

''ارے یار! وہ یہاں کچھ بھی نہیں کہہ سکیں گی، اور اس طرح ملنے کے تمہیں مواقع ملیں گے تب ہی تو، تُو اُن کے دل میں محبت کا بیج بو سکے گا۔ اس لیے جانے کی بات ہی نہ کر کہ حوصلہ آزمانے کا موقع تو دے تاکہ آج چند گھنٹے برداشت کریں گی تو ہی ساری عمر تجھے برداشت کر سکیں گی، اسی لیے تو میں اس بات کے بھی خلاف تھا کہ تو یونیورسٹی آنا چھوڑ دے۔'' زونیر نے اسد سے جانے کی بات کی تھی تو اُس نے ایک لمبا لیکچر دے ڈالا تھا۔ اس لیے اس نے ارادہ بدل تو دیا لیکن جب وہ کچھ دیر بعد گلابی آنکھوں کے ساتھ پنڈال میں آئی تو اُس سے برداشت نہ ہوا اور وہ جانے لگا۔

ان دونوں کی باتیں ہانی نے سُن لیں اور اُس نے بھی نہ جانے کو ہی کہا۔

''آپ بالکل ہی منظر سے ہٹ جائیں گے تو بہت مشکل ہو جائے گی کہ آپ سامنے آئیں گے تو وہ ناراضگی کا اظہار کرے گی اور ناراضگی، ناگواری ظاہر کرے گی تو ہی دل کی کدورت نکلے گی۔'' وہ کہہ کر رُکی نہ تھی۔

''دیکھا، میں بھی تو یہی کہہ رہا تھا کہ بالکل لاتعلق ہو جانا بھی دانشمندی نہیں ہے۔'' اسد اُسے لیے اسٹیج پر آ گیا تھا کہ اُس نے اُمِ لیلیٰ کو وہاں جاتے دیکھ لیا تھا۔ وہ جو ولید کا منہ میٹھا کروا رہی تھی اُس کو اسٹیج پر چڑھتے دیکھ کر بڑے ضبط سے رسم ادا کر کے اٹھی تھی۔

''ہائے واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز' آپ اور یہاں؟'' اسد نے کمال کی اداکاری کی تھی، اسٹیج پر موجود ہانی انوشے اور ولید بری طرح چونک اٹھے۔

''اسید بھائی، آپ اُمِ لیلیٰ کو جانتے ہیں؟'' یہ انوشے تھی جس نے بظاہر نارمل لہجے میں ہی کہا تھا مگر وہ یہ سب حسد میں جل کر بولی تھی کیونکہ وہ اگر اس پوری دنیا میں کسی سے نفرت کرنے پر خود کو مجبور پاتی تھی تو وہ صرف اُمِ لیلیٰ ہی تھی کیونکہ وہ عباد سے محبت کرتی تھی اور عباد اُمِ لیلیٰ سے محبت کرتا تھا اور عباد کی محبت نے اُسے اُمِ لیلیٰ سے بدگمان کر دیا تھا۔

''ہاں، ہم یونیورسٹی فیلو ہیں۔ آپ سنایئے اُمِ لیلیٰ کیسی ہیں آپ؟'' وہ اُس کو جواب دے کر برے برے منہ بناتی وہاں سے بھاگنے کو پر تولتی اُمِ لیلیٰ کو مخاطب کر گیا تھا۔

''آئی ایم فائن......'' مارے مروت کے

بولی تھی اور بڑی تیزی میں گزرنے لگی تھی کہ اسد نے برابر کھڑے ملک زونیر عباس کو پُش کیا تھا اور وہ تیزی سے گزرتی اُمِ لیلیٰ سے بری طرح ٹکرایا تھا کہ وہ اس افتاد پر ڈس بیلنس ہوگئی تھی اور گرتی کہ بازو پکڑ کر گرنے سے اُسے بچایا تھا کہ وہ اس کے حصار تلے آ گئی تھی۔ اُس کو جیسے کچھ ہوش نہ رہا تھا وہ اُس کے نازک وجود کو حصار میں لیے اُسے یک ٹک دیکھ رہا تھا اور وہ بدحواس ہوتی مچل کر اُس کا حصار توڑ کر نکلی اور جانے کو قدم بڑھائے، کچھ دور جا کر ہی کسی سے بری طرح ٹکرائی، نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو زمین و آسمان گھومتے محسوس ہوئے جبکہ نو وارد نے دلکش سی مسکراہٹ اُس کی جانب اُچھالی تھی۔ ''اندازہ نہ تھا کہ تم یوں شاندار استقبال کرو گی۔'' نہایت دلکش انداز میں جملہ ادا کر کے لیلیٰ کے پتھرائے ہوئے چہرے کو ہلکے سے چُھوا تھا اور اُس کے لمس پر لیلیٰ کے سارے احساسات بیدار ہوگئے تھے۔ آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے تھے۔

''ارے آپ رونا نہیں، اب تو میں آ گیا ہوں نا۔'' جیسے ہی اُس کا سرد ہاتھ تھاما تو اُس کے آنسو گرنے لگے تھے اور اُس کے سمجھنے تک وہ بلک اُٹھی تھی۔ رشتے دار ہی نہیں ملک زونیر عباسی کے ساتھ عباد رضوی بھی اُس وقت متحیر رہ گیا جب وہ روتے ہوئے اُس کے سینے سے جا لگی۔

''تم کہاں چلے گئے تھے عباد؟ میں تمہارے بغیر کتنی اکیلی ہوگئی تھی، مجھے تمہاری بہت ضرورت تھی عباد۔'' وہ ہچکیوں کے درمیان بول رہی تھی۔

''تم ٹھیک ہو نہ لالی؟'' وہ پریشان ہوا تھا اور سب کی موجودگی محسوس کرتے ہوئے نرمی سے اُسے خود سے الگ کیا۔

''میں ٹھیک نہیں ہوں عباد، میں تمہاری لالی، تمہارے بغیر بہت اکیلی پڑ گئی تھی۔ بابا، بابا مجھے چھوڑ گئے، سب کچھ ختم ہو گیا عباد، سب کچھ، تم مجھ سے دور کیا گئے میں نے تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہی کھو دیا۔''

''ایسے کیوں بول رہی ہو؟ کیا ہوا ہے بتاؤ مجھے۔'' اُس کے لرزتے وجود کو نرمی سے حصار میں لیے پریشانی سے بولا تھا کہ اُسی وقت اُمِ ہانی چلی آئی اور وہ ہانی کے سینے سے لگتی ہچکیوں سے رونے لگی۔

''ریلیکس لیلیٰ سنبھالو خود کو، سب حیرانگی اور سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔'' اُس نے سرگوشی کی تھی اور وہ خود کی جانب اٹھی نگاہوں کو نظر انداز کرتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

''عباد بھائی، وہ بڑے پاپا کی ڈیتھ کے سانحے کو ابھی تک قبول نہیں کرسکی ہے اسی لیے آپ کو اچانک کافی عرصے بعد دیکھ کر کنٹرول نہ کرسکی، آپ پریشان نہ ہوں۔'' ہانی نے عباد رضوی کو تسلی دی تھی۔ وہ کمرے میں آکر بری طرح روتے ہوئے سجان کا نمبر ڈائل کر رہی تھی۔

''پلیز، سجان بھیا مجھے اپنی قسم سے آزاد کردیں، مجھے واپس آنے کا کہہ دیں ورنہ میں مرجاؤں گی، میں عباد کا سامنا نہیں کرسکتی، مجھے......''

سجان جو اُس کا رونا تڑپنا برداشت نہیں کرپا رہا تھا۔ بے طرح چونک اٹھا۔ ''سجان بھیا، عباد واپس آگیا ہے اور مجھ میں اُس کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ میں اُسے خود پر گزری قیامت بتا نہیں سکوں گی، نہ اُس سے بے رخی برت سکوں گی نہ ہی اُس کی بے رخی برداشت کرسکوں گی۔'' لیلیٰ ہمت سے کام لو حقیقتوں سے نظر نہیں چرائی جاسکتی۔ اب تک صرف تمہاری اور مما کی وجہ سے کہ مما عدت میں تھیں اِن ایشوز کو نہیں اٹھایا جاسکتا تھا۔ ہم خاموش تھے، مگر اب یہ بات چھپا نہیں سکتے، عباد کو حقیقت کبھی نہ کبھی پتا چلے گی ہی تو آج ہی کیوں نہیں۔'' وہ دکھی ہونے کے باوجود سختی سے بولا تھا کہ آج صبح ہی تو زونیر کے بڑے بھائی کا یہ پوچھنے کے لیے فون آیا تھا کہ وہ رخصتی کی تاریخ کب لینے آئیں؟ اور اُس نے جلد رابطہ کرنے کا کہہ کر فی الحال بات ٹال دی تھی کیونکہ اُم لیلیٰ کو بھی تو راضی کرنا تھا۔

میں نہیں بتا سکتی ہوں حقیقت اُسے کیسے بتاؤں کہ ہمارے راستے جدا ہوگئے ہیں، میں نے اُسے کھو دیا ہے، میں اُسے کبھی نکاح کے بارے میں نہیں بتا سکوں گی۔'' کمرے کے باہر کھڑی انوشے دھک سے رہ گئی تھی۔ جبکہ اُس نے فون بند کردیا اور اسلام آباد سے کراچی کی فلائٹ کی ٹائمنگ اور سیٹ کنفرم کروا کے مڑی تھی کہ انوشے اُس کے سامنے آگئی۔

''تم نے نکاح کرلیا لیلیٰ، مگر ہمیں بُلانا تو دور بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔'' اُس کی بات پر وہی نہیں ہانی بھی متحیر رہ گئی۔

''بتاؤ نہ لیلیٰ تم نے کب اور کس سے شادی کی؟'' انوشے بڑے استہزائیہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

''میں نے کسی سے شادی نہیں کی ہے سمجھیں تم؟'' وہ بھڑک کر چیخی تھی اور اندر داخل ہوتا عباد اُس کی غیر متوقع بات پر شاکڈ رہ گیا۔

''تم نے ابھی سجان بھیا سے کہا تھا فون پر کہ تم عباد کو کبھی اپنے نکاح کے بارے میں نہیں بتا سکو گی۔'' انوشے جو برسوں سے ایک آگ میں جل رہی تھی آج اُسے سرد کرنے کا موقع ملا تھا تو

وہ اگنور نہیں کرسکتی تھی اس سچائی کو کہ عباد اس سے نہیں بلکہ لیلیٰ سے محبت کرتا ہے۔ وہ اُس کا کبھی نہیں ہوسکتا مگراب اُسے یقین ہو چلا تھا کہ وہ اپنی محبت کو حاصل کرسکتی ہے اسی لیے اُس کا دماغ بہت تیزی سے کام کررہا تھا کہ اگر وہ اُن کو جدا کرنے کے لیے پلاننگ کرتی بھی رہی تھی تو عمل کبھی نہیں کرسکی تھی۔ مگر آج عمل کرنے کا بہت آسان موقع تھا کہ اُس نے بھڑکتی ہوئی آگ کو شعلے دکھانے تھے۔

''لالی، یہ سب کیا ہے؟ یہ انوشے کیا کہہ رہی ہے؟'' عباد حواس باختہ دروازے پر کھڑا لیلیٰ سے پوچھ رہا تھا۔

''انوشے کس کے نکاح کی بات کررہی ہے۔'' وہ چند قدم چلتا اُم لیلیٰ کے سامنے مجسم سوال بنا کھڑا تھا۔ لیلیٰ نے بڑی بے چارگی سے اُسے دیکھا اور اُس کے رونے میں بھی اضافہ ہوگیا ایسے میں حوصلہ کرکے ہانی ہی آگے بڑھی کیونکہ اُس کی حالت تو ایسی لگ ہی نہیں رہی کہ وہ کچھ بھی کہہ سکے۔

''عباد بھیا، سچائی آپ کو میں بتاتی ہوں۔'' وہ اُس کی جانب گھوم گیا انوشے بھی متوجہ ہوگئی تھی۔

''ملک زونیر عباسی یونیورسٹی میں ہمارا کلاس فیلو ہے اُسے اُم لیلیٰ سے محبت ہوگئی تھی۔ اُس نے پروپوزل بھی بھیجا تھا، مگر اُس کی محبت اور پروپوزل ریجیکٹ کردیے گئے تھے۔

''تم یہ کیا فضول کی داستان سنا رہی ہو، صاف سیدھی طرح سے بتادو کہ اُم لیلیٰ نے ملک زونیر سے نکاح کرلیا ہے۔'' انوشے کو جیسے ہی محسوس ہوا کہ وہ ایک ایک بات ایمانداری سے بتا رہی ہے اور اُسے دھڑکا سا لگ گیا اور وہ درمیان میں بول پڑی۔ ہانی نے اُسے گھورا تھا اور اُس کو کچھ کہتی کہ عباد رضوی بول پڑا۔

''ہاں، صاف بتاؤ نہ کہ لالی کہہ رہی تھی کہ اُس نے مجھے کھودیا ہے، اس کا مطلب تو یہی ہے کہ لالی نے اُس شخص سے نکاح کرلیا ہے۔''

''ہاں، عباد بھیا، لیکن آپ نہیں جانتے کہ وہ سب کن حالات میں ہوا، اسی لیے تو میں آپ کو بتانا......'' مگر اُس کا جملہ مکمل نہ ہوا۔

''بس، رہنے دو ہانی، وجوہات جان کر میں کیا کروں گا؟ اور تم، تم سے مجھے یہ امید نہیں تھی کہ تم مجھ پر کسی کو بھی فوقیت دوگی، تم مجھ سے کہتی رہیں کہ تم ماسٹرز کرنا چاہتی ہو۔ میں انتظار کروں۔ نہیں کرنی تھی مجھ سے شادی تو صاف کہہ دیتیں، میں نے کون سا تم سے زبردستی نکاح پڑھوالینا تھا۔ انتظار، انتظار کی دہائی دیتی رہیں اور خود انتظار نہ کرسکیں۔'' وہ سچائی جانے بغیر اُس پر الزامات کی بوچھاڑ کررہا تھا اور اُس کو شہہ دینے کو انوشے بھی موجود تھی۔

''پلیز عباد! ایک دفعہ میری بات......'' وہ ملتجی انداز میں بولی مگر اس کا جملہ مکمل سنے بغیر عباد چیخا۔

''اب تمہاری بات سُن کر کیا کروں؟ میں اتنی دور سے صرف تم سے ملنے آیا ہوں' میں ہر وقت تمہارے لیے بے قرار رہا اور تم مجھ سے جھوٹی وفائیں اور جھوٹے وعدے کرتی رہیں، کچھ ماہ سے تم نے کوئی میل، کوئی کال نہ خود کی نہ میری ریسو کی، میں یہ سوچ کر پریشان ہوتا رہا کہ تم خالو جان کی موت سے ڈس ہارٹ ہوگی، ایگزامز کی وجہ سے میں مما کی طبیعت کی وجہ سے آ نہیں سکا اور اب آیا تو مجھے تمہارے نکاح کی خوشخبری مل رہی ہے۔ بے وفائی کرنی تھی تو وفا کا راستہ کیوں

دکھایا تھا؟"

راستے بدل رہی تھیں تو بتا دیتیں میں اپنی بیمار ماں کو تو چھوڑ کر نہ آتا۔ کیا غلطی ہوئی مجھ سے، کیا کمی رہ گئی تھی میرے پیار میں جو تم نے مجھ سے بے وفائی کی؟" وہ اُس کو شانوں سے تھامے بے اعتباری کی منزل پر کھڑا دکھ اور افسردگی سے جھنجوڑ رہا تھا کہ اُس نے اُس کے ہاتھ جھٹکے اور چیخ پڑی۔

"میں نے کوئی بے وفائی نہیں کی ہے عباد، میں نے بے وفائی نہیں کی ہے۔ میں بے وفا نہیں ہوں، میری قسمت نے مجھ سے بے وفائی کر کے مجھے بے وفا بنا دیا ہے۔ میں کل بھی تم سے محبت کرتی تھی آج بھی میری محبت تم ہو، میں نے صرف تمہارے ساتھ کی دعا کی تھی اور جو شخص میرا بن گیا ہے، وہ نہ کبھی میری دعاؤں میں تھا، نہ ذہن و دل میں تھا۔ وہ صرف مجبوری میں میرا بن گیا ہے۔ میرے پاس تمہارے پاس لوٹنے کا راستہ کھلا تھا مگر بے آبروئی کے ساتھ اور میں نے آبرو کے لیے اپنی سب سے قیمتی متاعِ حیات کھو دی کہ میں بے روح ہو کر نہیں جی سکتی تھی اور یہ سب جان کر بھی لگتا ہے کہ میں نے بے وفائی کی ہے تو ٹھیک ہے میں ہوں بے وفا، کہ مجھے بے وفا کہلوانا بہ نسبت اس بات کے مناسب لگا کہ کوئی مجھ پر انگلی اٹھائے کہ میں نے نکاح صرف اپنی نسوانیت کی بقا کے لیے کیا کہ محبت تو زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر مل جاتی ہے (یا ایک نئی محبت ہو جاتی ہے) مگر عزت چلی جائے تو ساری زندگی کے لیے دامن داغدار ہو جاتا ہے کہ کھوئی ہوئی عزت زندگی کے کسی موڑ پر نہیں ملتی۔" لیلیٰ نے سختی سے اپنی آنسوؤں سے تر آنکھوں کو رگڑا بیگ اُٹھا کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی چند ثانیے عباد کے چہرے کو دیکھا اور رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"الوداع عباد!" اور تیزی سے نکلتی چلی گئی۔

عباد بت بنا کھڑا رہ گیا اُس نے اُسے روکنے کو ہاتھ بڑھایا، پکارنے کو لب تھرتھرائے، ہاتھ اُٹھا ہی رہ گیا اور لب محض کانپ کر رہ گئے اور وہ اُس کو روک نہ سکا اور وہ چلی گئی۔

آنے والے دنوں میں وہ خاموش ہو گئی تھی اُس نے نہ رخصتی سے انکار کیا نہ ہی کوئی واویلا مچایا اور خاموشی سے ایک اَن چاہے شخص کے ساتھ رخصت ہو گئی۔ عباد واپس چلا گیا، انوشے نے اس سے محبت کا اظہار کر دیا اور اُس نے سوچنے اور دل کو سمجھانے کے لیے وقت مانگا تھا۔ دل میں دکھ آنکھوں میں بے بسی لیے اُس ملک میں کبھی نہ لوٹ آنے کے فیصلے کے ساتھ چلا گیا۔ انوشے کے سجدے اور دعائیں لمبی ہو گئی تھیں۔ اُسے یقین تھا کہ اُس کا رب اُس کی سن لے گا۔

اُمِ لیلیٰ کی رخصتی بڑی خاموشی سے ہوئی تھی اور ساتھ ہی ہانی کی بھی رخصتی عمل میں آ گئی تھی اُسے تو محض ایک کمرے سے دوسرے کمرے کا سفر کرنا تھا مگر وہ دوست کی افسردگی و دکھ کو محسوس کرتی اپنی زندگی کے اہم دن پر بھی خوش نہ تھی۔

☆......☆......☆

سفر کی تھکان کے ساتھ ذہنی تھکان بھی تھی اُس سے وہاں بیٹھا تک نہیں جا رہا تھا مگر وہاں کسے پرواہ تھی نہ جانے کہاں کہاں کی کون کون سی رسمیں ادا کی جا رہی تھیں اور اُس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا، اس کے چہرے پر گھونگھٹ گرایا ہوا تھا اور وہ آنکھیں بند کیے اس کڑی منزل سے گزر رہی تھی کہ اُس کے کانوں میں آواز گونجی تھی۔

"ساری رسمیں ہو گئیں اب، منہ دکھائی کی رسم ہو گی، مردان خانے سے زونیر کو بلا لو۔" اور

وہ خود کو نئے امتحان کے لیے تیار کرنے لگی تھی۔ وہ غالیچے پر نیچے ہی بیٹھی ہوئی تھی، اُس کے عین سامنے ملک زونیر عباس کو بیٹھنے کو کہا گیا تو زونیر کو لگا کہ اب اُس کا بھی امتحان شروع ہو چکا ہے اور وہ یہی سب سوچتے اُس کے سامنے جا بیٹھا۔

رسم کے مطابق دلہن کا گھونگھٹ اوپر کر دیا تھا، رخساروں پر بہتے موتی، بند لرزتی پلکیں، کپکپاتے لب وہ بے خود ہو گیا تھا اور وہ ساری عورتیں متحیر سی دیکھ رہی تھیں کہ گھونگھٹ الٹے جانے کے بعد روتی ہوئی دلہن پہلی ہی دفعہ دیکھی تھی اور اُس کی بے انتہا خوبصورتی، ملک زونیر عباسی کی پسند کی وہ سب دل ہی دل میں تو زبان سے بھی داد دینے لگی تھیں۔ وہ یک ٹک اُس کے حسین چہرے کو دیکھ رہا تھا جو بگڑے میک اپ اور آنسوؤں میں بھی اُس کے ہوش اڑا رہی تھی۔ وہ مبہوت تھا کہ شاہ تاج کی آواز پر چونکا۔

''زونی بیٹا، اپنی دلہن کو بعد میں دیکھتے رہنا، سب منتظر ہیں، دلہن کی چوڑیاں اُتارو تا کہ آگے کی رسمیں پوری کی جا سکیں۔'' وہ بری طرح جھینپ گیا تھا کہ اس وقت کمرے میں رشتے دار اور گاؤں کی ہر عمر کی خواتین موجود تھیں۔ اُس نے آواز پر جھٹکے سے آنکھیں کھولیں اور وہ اُن بھیگی آنکھوں میں ڈوبنے لگا تھا کہ اُن میں ہلکورے لیتی نفرت نے سارے احساسات پر مٹی ڈال دی۔

''ہاتھ آگے کرو زونی کی دلہن۔'' بی بی شاہ تاج اپنے مخصوص سخت انداز میں کہا مگر وہ دونوں ہاتھوں کو آپس میں ملتی بری طرح گھبراہٹ کا شکار تھی تبھی بی بی شاہ تاج کے ایک اشارے پر بڑے بھائی کی بیوی اُس کے برابر آ بیٹھی اور دونوں ہاتھوں کو الگ کر کے سیدھا ہاتھ ملک زونیر کے آگے کیا تھا اور کچھ دیر کی ہچکچاہٹ کے بعد اُس کا کانپتا ہوا ہاتھ تھام لیا۔

''زونی بیٹا، ایک چوڑی بھی ٹوٹنی نہیں چاہیے۔'' شاہ تاج اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بولیں۔ ماں کی بات پر وہ ہولے سے مسکرایا اور بہت نرمی سے درجنوں چوڑیاں اُتار کر ماں کے دیے خاندانی دو کنگن سیدھی کلائی میں اور سونے کی 4 چوڑیاں بائیں کلائی میں چڑھا دی تھیں۔

''زونی پاؤں آگے کر دو، اور زونیر کی دلہن اپنے مجازی خدا کے پاؤں چھو کر کھڑی ہو جاؤ۔'' اگلا حکم صادر ہوا۔ دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں۔ لیلیٰ کو نگاہوں میں بے شمار شکوے تھے جنہیں محسوس کر کے زونی ماں سے بولا۔

''بے بے ان سب فضول رسموں......'' مگر اُس کی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ شاہ تاج نے دھیمی مگر سخت آواز میں اُسے ٹوکا۔

''بس آگے ایک لفظ نہیں، جو کہا جا رہا ہے دونوں خاموشی سے عمل کیے جاؤ۔'' اُن کے ڈپٹنے پر وہ خائف ہو گیا تھا اور لیلیٰ نے میکانیکی انداز میں اُس کے پیروں کو ہاتھ لگایا اور کھڑی ہو گئی پھر کمرے میں موجود تمام خواتین کے پاس باری باری جا کر دعائیں لیں۔ اس سارے عمل میں شاہ بانو نے اُس کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ ان زبردستی کی رسموں سے اب لیلیٰ پر ذہنی اور جسمانی تھکن بڑھنے لگی تھی۔

تبھی نیا حکم جاری ہوا کہ وہ باورچی خانے میں جائے اور جا کر سوجی کا حلوہ بنا لائے، اس پر تو وہ جگہ سے ہل بھی نہ سکی اور بی بی شاہ تاج کے دوبارہ کہنے پر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی تو اُن کو غصہ سا آ گیا۔

''کچھ کہا جا رہا ہے زونیر کی دلہن یہ ہمارے

ہاں کی رسم ہے، باورچی خانے میں بھیجنے کو ہی تو چوڑیاں اُتارنے کی رسم ادا کی گئی تھی۔'' جاؤ بڑی دلہن دیورانی کو باورچی خانے تک لے جاؤ۔

''مم...... مجھے حلوہ بنانا نہیں آتا۔'' وہ ضبط کرتے ہوئے بھی رو پڑی تھی اور زونی بے بسی سے اُس کو دیکھ رہا تھا جس کی بات سُن کر عورتوں کے منہ کھل گئے تھے تو کچھ نے منہ پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔

''حلوہ نہ سہی، میٹھے میں جو بنانا آتا ہے وہی بنا لو کہ رسم تو ہر حال میں ہی کرنی ہے۔''

''مجھے کچھ بھی بنانا نہیں آتا۔'' وہ بے حد شرمندگی سے بولی اور اب اُسے شدت سے ماں یاد آنے لگی جو اُس کو گھر داری پر توجہ دینے کو کہتی تھیں مگر اُس نے کچن میں کبھی قدم رکھا ہی نہ تھا، چائے، جوس جیسی چیز بھی کبھی اُس نے نہیں بنائی تھی جبکہ اُس کے برعکس اُم ہانی گھر داری کے ہر ایک کام میں طاق تھی، چھٹیوں میں وہ کوکنگ، بیکنگ، سلائی وغیرہ کے ہی کورس کرتی تھی اُسے ان سب چیزوں کا شوق تھا اور لیلیٰ کمپیوٹر کورسز ہی کرتی تھی اُسے اُسے ان کاموں اور چیزوں سے کبھی دلچسپی نہ تھی۔ ماں کہتی تھی کہ شادی کے بعد کیا کرو گی؟ تو وہ جب سر پر پڑے گی تو کرلوں گی کہہ کر جان چھڑا لیتی تھی کہ کہاں اندازہ تھا کہ قسمت ہر موڑ پر ہی اُس کو جھکانے والی ہے۔ سسرال میں قدم رکھے محض ڈیڑھ گھنٹہ ہی ہوا تھا اور اُسے کچن میں بھیجا جا رہا تھا۔ اُس کی بات پر عورتیں بھن بھن کرنے لگی تھیں۔

''لو پہلی ہی عورت دیکھی ہے جسے کھانا ہی بنانا نہیں آتا۔'' دور پرے کی ایک عمر رسیدہ خاتون بولی تھیں۔

''ارے اصغری خالہ شہر کی کڑی ہے، سارا وقت تعلیم اور فیشن میں ہی برباد کیا ہوگا، فرصت ہی نہ ملی ہوگی کہ اِس طرف بھی دھیان دے، ہماری بچیوں کی طرح تھوڑی کہ 9 برس کی عمر سے ہی گھر کے کام کاج سکھانے شروع کر دیے جاتے ہیں تاکہ بیٹی جب بہو بن کر سسرال میں قدم رکھے تو سسرالیوں کا پہلے ہی قدم پر دل جیت لے۔ مگر اسے زمانے کی اونچ نیچ کی خبر نہ تھی تو اُس کی ماں نے بھی کچھ نہ سکھایا۔'' وہ اُس اجنبی عورت کی باتیں سر جھکائے بڑے صبر سے سُن رہی تھی مگر اپنی ماں کے بارے میں ایک لفظ نہ سُن سکی۔

''آپ کو میری مما کے بارے میں کچھ بھی کہنے کا حق نہیں ہے۔'' روانی سے بہتے آنسو پونچھے تھے۔

''شہری کڑیوں میں یہی برائی ہوتی ہے، بڑوں کی عزت تک کرنے کے آداب سے ناواقف ہوتی ہیں۔'' سسرال میں آئے چند گھنٹے ہی ہوئے ہیں اور زبان درازی کا عالم، اللہ اللہ، شاہ تاج تم تو بری پھنسیں ساری عمر خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔''

وہی خاتون طنزیہ لہجے میں بولی تھیں۔ جو ملک زونیر عباسی کے والد کی چچا زاد بہن تھیں اور انہیں پوری امید تھی کہ ان کی اکلوتی بیٹی خوبرو ملک زونیر عباسی کی دلہن بنے گی کہ ایک انہی کی بیٹی ملک زونیر عباسی کے جوڑ کی تھی۔

''ہاں، ہم نے بھی سمجھایا تھا کہ غیر برادری کی لڑکی نہ لاؤ۔'' ملک زونیر عباسی کی نانی نے بیٹی کو گھورا تھا۔ لیلیٰ کی ہمت اب جواب دے رہی تھی۔ پھر سر درد نے اسے بالکل نڈھال کر دیا تھا تب اسے ان سب لوگوں میں زونی ہی اپنا نظر آیا اور اس نے دھیرے سے اُسے مخاطب کیا۔

''ملک زونیر میں بہت تھک گئی ہوں، آرام

کرنا چاہتی ہوں۔'' ایک لمحے کے لیے ملک زونیر بھی اس نئی صورت حال پر دم بخود رہ گیا اور وہاں موجود عورتیں مارے حیرت کے دانتوں تلے انگلیاں داب گئی تھیں کہ اتنی بے تکلفی سے شادی کے سالوں بعد بھی انہوں نے اپنے شوہر کو مخاطب نہ کیا تھا اور نہ ہی اتنی بے باکی سے نام لیا تھا۔ شاہ تاج غصے سے بھڑکتی کچھ کہنے لگی تھیں کہ ملک زونیر نے آگے بڑھ کر اُن کا ہاتھ تھام لیا اور آنکھوں میں التجا لیے انہیں دیکھا تھا۔

''رفیہ، دلہن کو کمرے میں لے جاؤ۔'' انہوں نے اس کی التجا نظر انداز نہ کی تھی کہ ویسے بھی وہ مزید تماشا نہیں لگانا چاہتی تھیں۔ دلہن کے منظر سے ہٹتے ہی مہمان عورتیں ایک ایک کر کے چلی گئیں۔

''خیر تو ہے تاجی ساری زنانیاں چلی گئیں۔ رسمیں اتنی جلد ختم ہوگئیں۔'' بڑے ملک نے کمرے میں آتے ہی سوال کیا۔

''خیر سے تماشا بن گیا ہے سب برادری والوں کے سامنے ہمارا۔'' وہ تو بھری بیٹھی تھیں جو ہوا تھا سب بتا دیا۔ بڑے ملک کے اعصاب تن گئے۔

''یہ کُڑی نے اچھا نہیں کیا برادری کا معاملہ تھا۔'' انہوں نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

''آئندہ ایسی کوئی بات ہوئی تو اُسے جان سے ماردیں گے۔ بیٹے کی محبت میں روایات توڑیں، ذلت برداشت کی بس اتنی ہی برداشت تھی ہماری۔'' شاہ تاج نے کچھ کہنا چاہا مگر اُن کو خاموش رہنے کا اشارہ کر کے وہ کھڑے ہوگئے اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے وہاں سے چلے گئے۔ شاہ تاج کی فکروں میں مزید اضافہ ہوگیا۔

☆......☆......☆

''آپ کو مجھ پر غصہ ہے، مجھ سے نفرت ہے تو اظہار بھی مجھ سے کیجیے، سزا دینی ہے تو سزا دیں، یوں سب رشتے داروں کے سامنے آپ کو تماشا نہیں لگانا چاہیے تھا۔'' وہ کمرے میں آیا تو لیلیٰ واش روم سے نکل رہی تھی۔

''تماشا میں نے نہیں لگایا، آپ سب نے مل کر مجھے تماشا بنا دیا ہے، میں نے اپنے مزاج اور غصہ کے باوجود وہ سب صبر سے برداشت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اپنی مما کے بارے میں ایک غلط لفظ بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے مجھے بولنا پڑا، اور یہ سب آپ سے نفرت کے اظہار کے لیے نہیں اپنی مما کے دفاع کے لیے کیا تھا آپ سے نفرت کا اظہار کرنا ہوتا تو نہ چاہتے ہوئے بھی رسمیں ادا نہ کرتی، وہاں کس طرح بیٹھی رہی تھی یہ تو بس میں ہی جانتی ہوں۔'' آنسو آنکھوں میں جمع ہونے لگے تو وہ خاموش ہوگئی اور ضبط کے باوجود اُس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ زونی ایک ٹک دشمن جاں کو تکتا رہ گیا۔

وہ اُس کی نگاہیں خود پر محسوس کرتی جز بز ہوگئی تھی اور پلٹی تھی کہ وہ اُس کی کلائی تھامتا اُٹھ کھڑا ہوا۔

''آپ نے کنگن کیوں اتار دیے؟ ہمارے ہاں شگن کے کنگن سہاگنیں نہیں اُتارا کرتیں۔'' وہ اس کے نرم ہاتھ تھامے جذبوں سے چور لہجے میں بولا تھا۔ اور وہ بری طرح گڑبڑا گئی تھی۔

''ہا، ہاتھ چھوڑیں میرا......'' وہ منمنائی تھی مگر اُس نے کلائی کو یوں جھٹکا دیا تھا کہ وہ اُس کے سینے سے آ لگی تھی۔

''آئی لو یو اُم لیلیٰ......'' اُسے حصار میں لیتے ہوئے سرگوشی کی تھی۔

''بٹ آئی کانٹ...... لیومی۔'' وہ بری طرح

مچلی تھی۔
''اُم لیلیٰ میں چاہتا ہوں گزری ہر تلخی کو بھلا کر ہم ایک خوشگوار زندگی کا آغاز کریں۔'' اُسے حصار سے آزاد کر کے بولا تھا۔
''میں اپنی بے وقعتی اتنی آسانی سے نہیں بھول سکتی، ہاں کوشش ضرور کروں گی۔'' وہ نگاہ چرا کر بولی۔
''تو پھر آپ نے کیا سوچا ہے، زندگی کیسے گزرے گی؟'' وہ بے حد تلخ ہو رہا تھا۔ لیلیٰ جواب دیے بغیر جانے لگی تھی کہ اُس نے جارحانہ انداز میں اُس کا بازو جکڑ لیا تھا۔
''کچھ پوچھا ہے میں نے......''
''میں جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی، آپ ہاتھ چھوڑیں میرا۔ مجھے آپ کا چھونا اچھا نہیں لگ رہا ہے۔'' وہ اُس سے زیادہ تلخی سے بولی تھی۔
''کیوں اچھا نہیں لگ رہا ہے؟ یہ مت بھولو نکاح میں ہو میرے۔'' اور یہ بات لیلیٰ کو تیر کی طرح لگی۔
''جانتی ہوں یہ تلخ اذیت ناک حقیقت بتانے کی ضرورت نہیں ہے اور جو کرنا چاہیں کر سکتے ہیں کہ میں یہ تو بھول ہی گئی تھی کہ زبردستی نکاح پڑھوایا ہی کیوں کیا گیا تھا۔ آپ اپنا حقِ ملکیت جتا سکتے ہیں۔ مگر یاد رکھیے گا ملک زونیر عباسی کہ آپ ہمیشہ صرف مجھے مجبور کر سکتے ہیں میرے دل میں کبھی کوئی مقام نہیں پا سکتے۔ رشتہ نباہنے کے لیے مجھے مجبور کر سکتے ہیں، رشتے کو اہمیت دینے کے لیے نہیں کہہ سکتے کہ میں آپ سے نفرت کرتی ہوں اتنی نفرت کے یہاں تک کا سفر کرنے سے قبل خودکشی کے ہزار منصوبے بنائے مگر عمل نہ کر سکی، اور آپ کو تو صرف میرے جسم تک رسائی ہی حاصل کرنی ہے نہ تو کر لیجیے کہ میں کم ہمت نہ ہوتی تو خود کو آپ کے سپرد کرنے سے قبل موت کو گلے لگا لیتی لیکن مجھے حرام موت مرنے سے بہت ڈر لگتا ہے۔ اس لیے ہوں میں آپ کے سامنے آپ اپنی ہر ایک خواہش پوری کر لیں۔'' لیلیٰ کی بات پر وہ پھٹ پڑا۔
''جسم کی چاہ نہیں ہے مجھے، وگرنہ نکاح کا تردد ہی نہ کرتا، محبت کی ہے، عزت بنایا ہے اسی لیے اب تک آپ کی ہر کڑوی ہتک آمیز گفتگو برداشت کرتا رہا ہوں، مگر میں آپ کے احترام میں خاموش ہوں۔ آپ پر ہوئے ظلم کا ازالہ چاہتا ہوں، اس لیے نرمی برت رہا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ حد سے گزر جائیں، میری توہین کریں، میری انا و غیرت کو للکاریں، مجھے بدکرداری و ہوس پرستی کا طعنہ دیں کہ اگر آپ اپنے کردار اور عزت کی بقا کے لیے ایک اَن چاہے رشتے میں بندھ سکتی ہیں تو میں بھی اپنی مردانگی و غیرت کی حفاظت کے لیے ہر حد سے گزر سکتا ہوں۔'' وہ اُس کے بے لچک انداز اور سرخ آنکھوں سے سہم سی گئی تھی۔
''آپ تلخیوں کو بھلا کر جئیں یا سینے سے لگا کر آئی ڈونٹ کیئر۔ آپ بس یہاں سے نہیں جا سکتی ہیں۔ جس حد تک گر سکتی ہیں گر جائیں۔ مجھے اور میرے گھر والوں کو تماشا بنا دیں۔ مگر رہنا پھر بھی ملک زونیر عباسی کی بیوی بن کر ہی ہوگا، ہاں چاہے نام نہاد بیوی ہی سہی، رشتوں اور روایتوں میں جکڑا ہوا ہوں اس لیے مجبور ہوں وگرنہ میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں، اس لیے اطمینان رکھیے گا اور جو گھٹیا سوچ لفظوں سے بیان کی ہے پہلی و آخری بار تھی کہ میں جب آپ کی عزت کے لیے اپنے بھائی سے لڑ سکتا ہوں تو اپنی غیرت کے لیے آپ سے بھی لڑ سکتا ہوں۔'' ملک زونیر نے ایک

نظر اُس کے لرزتے وجود پر ڈالی اور تکیہ اُٹھا کر صوفے پر ڈالا اور لیٹ گیا۔ اُس کا دماغ بری طرح کھول رہا تھا۔ کوئی اور ہوتا تو وہ کیا سے کیا کر جاتا اور وہ دھیمے سے مزاج کے ملک زونیر عباسی کا جارحانہ سخت روپ دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ لرزتے قدموں سے بیڈ تک گئی تھی مگر نیند تھی کہ مہربان نہ ہوئی تھی اور یہی حال زونی کا بھی تھا کہ اُس کے الزام پر وہ تڑپ اٹھا ہے کہ اُس نے اُمِ لیلیٰ سے پاک سچی محبت کی تھی۔

''بڑے لالہ میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ آپ کے ایک قدم نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا ہے، میری محبت، میری بیوی، مجھ سے بدگمان ہے، مجھے لوز کریکٹر سمجھ رہی ہے، میں جس نے کبھی باپ دادا کی روش اختیار نہ کی، عورتوں سے راہِ رسم تو کیا بات چیت کی حد تک بھی تعلق نہیں رکھا اور میری ہی بیوی نے جو آج جوتا مارا ہے۔ اُس کی تکلیف مجھے ساری زندگی چین نہیں لینے دے گی۔ آپ نے میری محبت میں مجھے کہیں کا نہیں رکھا۔'' وہ بڑے بھائی سے بدگمان ہونے لگا تھا کہ ان کی ضد نے ہی اُسے یہ دن دکھایا تھا۔

''اُمِ لیلیٰ آپ اب ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گی جو میرے لیے باعث شرمندگی ہو۔'' وہ نہا کر واش روم سے نکلا تھا۔ بنا دیکھے لیلیٰ کو تنبیہہ کی اور کمرے سے نکل گیا۔ اُس کے جاتے ہی بڑے بھائی کی بیوی آ گئی تھی۔

''السلام علیکم!'' اُس نے بستر سے اُٹھتے ہوئے سلام کیا تھا۔

''وعلیکم السلام، تم نے کپڑے نہیں پہنے، جلدی سے تیار ہو جاؤ، گھر کے مرد منہ دکھائی کی رسم نہیں کر سکے تھے، وہی رسم ہو گی، اُس کے بعد ناشتہ کیا جائے گا۔'' اُس نے خاموشی سے کپڑے اٹھائے اور واش روم میں گھس گئی۔

سرخ رنگ کی گھیر دار فراک اور کھلے پائنچوں کی شلوار اُس پر کافی سوٹ کر رہی تھی۔ بھاری بھاری جیولری اس نے بہت خاموشی سے پہن لی تھی جبکہ وہ کافی نازک اور نفیس جیولری پہننے کی عادی تھی۔

''زونیر کی دلہن تم نے کنگن کیوں اتار دیے؟ ہمارے ہاں دولہا کے پہنائے کنگن دلہن کبھی نہیں اُتارتی۔'' شاہ تاج نے اُس کے خالی ہاتھ دیکھ کر ناراضگی کا اظہار کیا۔

''آئی ایم سوری! مجھے پتا نہیں تھا جیولری کے ساتھ اُتار دیے تھے، میں دوبارہ پہن لیتی ہوں۔'' رات ایسا ہی کچھ تو ملک زونیر عباسی نے بھی کہا تھا۔ اس لیے وہ شرمندہ سی ہو گئی تھی۔ ملک زونیر کو آتا دیکھ کر شاہ تاج کھڑی ہو گئی اور بولی۔

''میں چلتی ہوں۔ زونی تم دلہن کو کنگن پہنا دینا، اِس کو پتا نہیں تھا تو تم تو بتاتے......'' وہ دھیمے سے مسکرائی تھی۔

''آپ نہ جائیں کہ بڑے سب رسم کے لیے آ رہے ہیں۔'' اُس نے سنجیدگی سے کہا۔

شاہ تاج نے کنگن لیلیٰ کے ہاتھ میں دیے اور زونی کی جانب اشارہ کیا۔ یہ لمحہ لیلیٰ کے لیے بہت مشکل تھا۔ وہ کیسے ملک زونیر سے کہے کہ اُس کو کنگن پہنا دے۔ بہرحال یہ معرکہ تو طے کرنا ہی تھا۔ شاہ تاج کی موجودگی اُسے پریشان کر رہی تھی۔ ذرا سا جھک کر صوفے پر آنکھیں موندے زونی کا کاندھا ہلایا۔

تو اُس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تک سک سے تیار ڈری جھجکی اُمِ لیلیٰ سامنے کھڑی تھی۔ وہ سیدھا ہوا اور اُس نے کنگن اُس کے سامنے کر دیے تھے۔ زونی نے خاموشی سے اُس کے

ہاتھ سے کنگن لیے اور اُس کا ہاتھ تھام لیا اُس کو لگا جیسے کوئی گرم شے اُسے چھو گئی ہو، وہ اُس کو دیکھنے لگی مگر وہ اُسے نہیں دیکھ رہا تھا، سنجیدگی سے کنگن اُس کی کلائی میں چڑھا دیے تھے۔

''آئی تھنک، آپ کو فیور......'' ابھی لیلیٰ کا جملہ مکمل نہ ہوا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی تھی اور وہ پہلی فرصت میں اُس کے سامنے سے ہٹ گیا تھا۔ ملک زونیر عباسی کے والد، چچا اور کزن آگے پیچھے کمرے میں داخل ہو گئے۔ جن کو اُس نے سلام کیا تھا۔ وہ ایک ایک کے سامنے جا کر سلام کرتی رہی اور سب نے ہی سر پر ہاتھ رکھ کر اُسے دعائیں دی تھیں۔

''بڑے لالہ کہاں ہیں بے بے، وہ نہیں آئے؟'' اُن چاروں میں زونیر کو بھائی کی کمی کھلی تھی۔

''اُسے آنے کا کہہ دیا تھا، لیکن آیا کیوں نہیں، جاؤ دلہن اپنے سر کے سائیں کو بلا لاؤ۔'' بڑی بہو خاموشی سے باہر نکل گئی۔ تبھی بڑے ملک نے لیلیٰ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''تم اس حویلی کے سب سے لاڈلے فرد کی بیوی ہو، یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، اور تم نے یہاں کے لوگوں کو اپنا سمجھنا ہے، ہماری روایات کو سمجھنا اور اُن پر چلنا ہے، ہمیں امید ہے ہمارے زونیر کی دلہن ہمیں مایوس نہیں کرے گی۔'' انداز دھیما مگر اٹل تھا۔ جیسے وہ اُسے بتا نہیں بلکہ وارننگ دے رہے ہوں۔ اتنے میں زونی کے بڑے بھائی بھی کمرے میں داخل ہوئے۔ تبھی زونی نے لیلیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''اُمِ لیلیٰ، بڑے لالہ کو سلام کیجیے۔'' اُس کے بے لچک لہجے پر لیلیٰ نے بے بسی سے اُسے دیکھا تھا اور اُس کے غیر معمولی سنجیدہ چہرے سے نگاہ ہٹا کر بہت آہستگی سے سلام کیا۔ اندر کا غصہ اور بے زاری انداز اور لہجے سے عیاں تھی۔

''جھک کر بڑے لالہ سے دعائیں لیں اُمِ لیلیٰ۔'' اُس نے نیا حکم جاری کیا تھا اور اُس نے نہ چاہتے ہوئے بھی آگے بڑھ کر سر تھوڑا سا جھکا دیا تھا اور انہوں نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''سدا خوش رہو، سدا سہاگن رہو۔ ہو سکے تو ماضی کی تلخیوں کو بھلا دینا تم اب ہماری عزت ہو اولاد کی طرح عزیز ہو۔ جو کچھ ہوا وہ میں نے کیا زونی کو تو علم بھی نہیں تھا۔''

''لالہ یہ آپ کیا باتیں لے کر بیٹھ گئے آپ بھی پرانی باتوں کو بھول جائیں آپ میرے لیے قابلِ احترام ہیں۔''

''چلیں مجھے بھوک لگی ہے ناشتہ کرتے ہیں چل کر۔'' اور وہ دونوں بھائی ہنستے مسکراتے بڑے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ اور اُمِ لیلیٰ نے کمرہ خالی ہو جانے پر دوپٹا سر سے اُتار کر صوفے پر ڈالا اور خود بستر پر گر سی گئی۔

ملازمہ اُس کو ناشتے کے لیے بلانے آئی تھی مگر اُس نے صاف انکار کر دیا تھا۔ انداز کھلی بغاوت تھا۔ جو اب زونی کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ تبھی اُس نے بڑے ملک سے کہا۔

''ابے میں اُسے شہر لے جانا چاہتا ہوں۔ بے لگام گھوڑی اور ضدی گھمنڈی عورت کو لگام ڈالنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوتا ہے اور یہاں رہ کر وہ تماشا لگائے، برادری والوں کے سامنے آپ سب کو شرمندگی اٹھانی پڑے اُس سے قبل ہی مجھے اُسے شہر لے جانا چاہیے۔'' وہ ناشتہ کیے بغیر اٹھا تھا اور غصے سے کھولتے باپ سے بولتا اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔

''رفیہ، اُمِ لیلیٰ کا سامان گاڑی میں فوراً رکھوا

دو۔'' وہ باپ کے انکار و اقرار کو سُنے بغیر فیصلہ صادر کرتا روم میں آ گیا وہ بیڈ پر اوندھی پڑی سسک رہی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر سیدھی ہوئی تھی مگر اُس نے اُس کی طرف دیکھا تک نہیں، شہر لے جانے والا ضروری سامان بیگ میں ٹھونسا اور اس کام سے فارغ ہو کر اُس نے ہچکیوں سے روتی اُم لیلیٰ کو مخاطب کیا۔

''آپ یہاں میرے رشتوں کے ساتھ رہنے کے قابل ہی نہیں ہیں، مس اُم لیلیٰ، اُٹھیے میں آپ کو شہر لے جا رہا ہوں۔'' وہ رونا بھول کر اُس کو دیکھنے لگی، مگر جب وہ پانچ منٹ تک ٹس سے مس بھی نہ ہوئی تو اُس نے آگے بڑھ کر اُس کا بازو جکڑا۔

''بھول رہی ہیں آپ شاید کہ سیدھی انگلیوں سے نہ سہی ٹیڑھی انگلیوں سے گھی مگر خوب نکالنا آتا ہے ہمیں۔'' اُس کے بازو پر گرفت مضبوط کر کے بہت کچھ باور کروایا اور اُسے تقریباً گھسیٹتا ہوا باہر نکلا۔ ہال میں سب ہی موجود تھے مگر کوئی کچھ نہیں بولا اور وہ اُسے لیے گیراج تک آ گیا گاڑی کے اندر دھکیل کر بازو آزاد کیا اور گاڑی لاکڈ کر دی۔ ملازمہ سے سارا سامان منگوایا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ بڑے ملک نے زونی کے بڑے بھائی کو اشارہ کیا اور وہ لپک کر اُس کے پیچھے آئے۔

''یار یہ تو کیا کر رہا ہے اس گھر کی عزت کو کہاں لے جا رہا ہے۔''

''بڑے لالہ، مجھے نہ روکیں میں کچھ ہی دنوں بعد چکر لگاؤں گا۔ ابے سے کہیے گا میں رات سے اب تک جو ہوا اُس کے لیے شرمندہ ہوں اور اُن کی مرضی کے بغیر جانے پر معذرت خواہ ہوں، اللہ حافظ۔'' یہ کہہ کر اُس نے بڑی تیزی سے گاڑی نکالی تھی۔

بڑے ملک اور گھر کی خواتین کے تیور بہت ہی خراب تھے۔ بڑے ملک تو اس شادی کے ہی خلاف تھے وہ نکاح کے حق میں ہرگز نہ تھے۔ مگر بڑے بیٹے کی بات ماننی پڑی تبھی وہ گویا ہوئے۔

''مجھے تمہاری بات ماننی ہی نہیں چاہیے تھی؟ زونی رو دھو کر چپ کر جاتا، عورت کو جتنی عزت دو وہ اتنا ہی سر پر سوار ہو جاتی ہے۔ دیکھ لی نہ اُس کی ہمت ساری برادری میں تماشا بنوا دیا۔''

''ابے، میں زونی کا منہ دیکھ کر چپ رہا ورنہ پیار سے نہ سہی غصے سے بات منوا لیتا، میں نے نرمی دکھائی تو صرف زونی کی وجہ سے، خیر وہ ابھی چلا گیا ہے کچھ دنوں میں وہ سیٹ ہو جائے گی ورنہ پھر کچھ سوچیں گے۔'' اُن کا گرم خون کھول رہا تھا کہ وہ بھائی کی محبت میں خود کو کافی ڈی گریڈ کر چکے تھے۔ مگر اب مزید جھکنے کا اُن کا کوئی ارادہ ہی نہیں تھا۔

☆......☆......☆

''اُمِ لیلیٰ تمہاری تذلیل کی گئی تھی، تمہاری مجبوری سے فائدہ اٹھایا گیا تھا، تم نے اینٹ کا جواب پتھر سے دے کر سارے حساب بے باق کر دیے ہیں۔ تم نے میرے والدین کی، میرے عزیز و اقارب کی، اپنے سب سے بڑے مجرم میرے بھائی کی بہت اچھے سے تذلیل کی ہے اور رہ گیا میں جس کے سبب تمہاری تذلیل کی گئی تھی، تو مجھ سے بھی تم اپنا بدلہ لے چکی ہو۔ میں اب بدلہ لینے پر آؤں تو بات بہت بڑھ جائے گی اور تمہاری سوچ کی پاسداری کرنے لگوں تو اپنے مقام سے تو گروں گا ہی لوگوں کا محبت سے بھی اعتبار اُٹھ جائے گا۔ میری خاموش محبت کو رسوائی سے بچانے کی ادنیٰ سی کوشش ہے ورنہ ملک

زونیر عباسی اتنا بھی بے غیرت اور نامرد نہیں ہے جتنا کہ تم نے سوچ سمجھ لیا ہے۔ جسم تک رسائی ہی حاصل کرنا ہوتی تو اغواء کے بعد تم ہمارے رحم و کرم پر تھیں۔ لیکن میرے نزدیک مردانگی عورت کو جھکانے میں نہیں نفس کو قابو میں رکھنے میں ہے اور تمہیں مجبور کر کے جھکنے پر مجبور کیا گیا تھا اس لیے میں جھکتا رہا۔ ہر تلخ بات و رویہ برداشت کیا، مگر اب سارے حساب بے باق ہو گئے ہیں۔ میں اب نہ اپنوں کی نہ اپنی تذلیل برداشت کروں گا۔ تمہیں میرے ساتھ نہیں رہ کر بھی رہنا ہوگا کہ ہمارے ہاں کا مرد کبھی منگیتر نہیں چھوڑتا اور تم تو پھر میری بیوی ہو، کاغذی ہی سہی، یہاں رہوں یا وہاں تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی، کاغذی رشتے کو روح عطا کرنا چاہوگی تو میں ہر تلخی بھلا کر تمہاری خواہش کا احترام کروں گا اور کاغذی رشتے کو ہی برقرار رکھنا چاہوگی تو یہ تم سے ایک مرد کا وعدہ رہا اُم لیلیٰ اس میں کمی بیشی نہ ہوگی، سامنے کمرہ ہے جا کر آرام کرلو، فی الحال یہاں کوئی نوکر نہیں ہے۔ مجھے آتے وقت دھیان نہ تھا۔ رات تک حویلی سے ملازم آجائیں گے۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے کہہ دینا۔'' وہ اُسے اپنے شہر والے گھر میں لے آیا تھا پورے راستے خاموش رہا تھا اور اب بہت رسان سے اسے سمجھا رہا تھا۔

اور حیران و ششدر بنی اُم لیلیٰ اُس کو کمرے سے جاتا دیکھتی رہ گئی۔

اس کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت لاتعلق ہو گئے تھے، ناشتہ، کھانا ساتھ بیٹھ کر ایسے کھاتے جیسے اکیلے ہی کھا رہے ہوں، اُس دن کے بعد اُس نے اُم لیلیٰ کو خود سے مخاطب نہ کیا تھا نہ ہی اُس نے یہ تردد کیا تھا۔ وہ دونوں اجنبی بن کر گونگے بہروں کی طرح رہ رہے تھے۔

رفیہ اور اُس کی ماں رجو گاؤں سے آگئی تھیں اور وہ دونوں خاندانی ملازمائیں تھیں اگر ان دونوں کو ایک دوسرے سے کچھ کہنا ہوتا تو رفیہ ہی پیغام رسائی کرتی جیسے وہ رفیہ کے ذریعے ہی میکے جانے کا پیغام پہنچا دیتی تھی اور اُسی کے ذریعے یونیورسٹی جوائن کرنے کا اُس نے عندیہ دیا تھا اور اُس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ ایک ماہ پلک جھکتے میں گزر گیا اور اُس کے امتحانات شروع ہو گئے۔ جبکہ وہ خود تو یونیورسٹی جا ہی نہیں رہا کہ فرسٹ سمسٹر کے پیپر بھی نہیں دیے تھے۔ نئے سال پر فرسٹ سمسٹر کی نئے سرے سے کلاسز لے کر ایگزامز دینے کا ارادہ تھا۔ وہ ڈرائیور کے ساتھ ہی جامعہ چلی جاتی تھی، آج اُس کا پہلا پیپر تھا اور وہ سادگی سے گلابی کاٹن کے سوٹ میں بڑی عجلت میں ڈائننگ ہال میں آئی تھی اور بیٹھے بغیر جوس کا گلاس اُٹھا کر غٹا غٹ چڑھا گئی تھی۔

''آپ کہیں جا رہی ہیں۔'' رفیہ نے لیلیٰ کو بیگ اٹھائے دیکھ کر پوچھا۔

''جامعہ جا رہی ہوں، پیپر ہے میرا۔ وحید سے کہو گاڑی نکالے میں آل ریڈی لیٹ ہو چکی ہوں۔ گلاس واپس رکھتے ہوئے بولی۔

''بیگم صاحبہ! ایا تو نہیں ہے۔'' رضیہ منمنائی۔

''کیا مطلب نہیں ہے۔ کیا اُسے پتا نہیں ہے کہ مجھے جامعہ جانا ہوتا ہے کہاں چلا گیا ہے وہ۔''

زونی جو واک کر کے گھر میں داخل ہو رہا تھا۔ شور سن کر دروازے پر ہی رک گیا اُس کے لال بھبھوکا چہرے پر نظر پڑی تو معاملہ سمجھ گیا تبھی نرمی سے بولا۔

''رجو رات سیڑھیوں سے گر گئی تھی۔ ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہے اسی لیے وحید ہاسپٹل میں ہے۔'' چلو میں چھوڑ دیتا ہوں یہ کئی دنوں کے بعد ان کے

درمیان پہلی بات ہوئی تھی۔ زونی نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور باہر نکل گیا۔ اور وہ بھی بیگ اور فائل اٹھاتی باہر نکل آئی۔ پورے راستے اُن کے درمیان خاموش رہی جامعہ پہنچ کر وہ شکریہ کہہ کر تیزی سے گاڑی سے اتر گئی۔

کچھ دور جا کر زونی کی نگاہ فائل پر پڑی۔ جو وہ گاڑی میں ہی بھول گئی تھی۔ کچھ دور جا کر لیلیٰ کو فائل کا دھیان آیا اور وہ اپنا سر پیٹ کر رہ گئی۔ اتنے میں سامنے سے ہانی آتی نظر آئی اور وہ لیلیٰ کی روتی شکل دیکھ کر گھبرا گئی۔

''کیا ہوا لیلیٰ؟''

''یار میں فائل گاڑی میں بھول گئی۔ سر تو پیپر شروع ہونے سے پہلے اسائمنٹ لیتے ہیں، بعد میں تو وہ کسی قیمت پر نہیں لیں گے۔'' اُس کے آنسو گرنے لگے تھے۔

''گاڑی میں ہی بھولی ہو نہ، زونیر بھائی کو فون کر کے کہہ دو، وہ دے جائیں گے۔'' اُس کی پریشانی اُس کی تو سمجھ سے باہر تھی۔

''مجھے اُن کا نمبر نہیں معلوم۔'' ہانی حیران ہی رہ گئی۔

''کیا تمہیں زونیر بھائی کا سیل فون نمبر تک نہیں معلوم، گھر پر ہی کال......''

''مجھے گھر کا بھی نمبر معلوم نہیں ہے۔'' اسائمنٹ جمع نہیں کروایا تو میں تو فیل ہی ہو جاؤں گی۔'' ہانی کو اُس کی شادی شدہ زندگی میں گڑبڑ تو لگتی تھی مگر وہ اس موضوع پر بات ہی نہ کرتی تھی اور ابھی تو ان باتوں کے لیے نہ وقت تھا نہ جگہ ہی مناسب تھی۔ سر کو آتے دیکھا تو اُس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی۔

''فیل تو ہونا ہی ہے میں پیپر بھی نہیں دے رہی۔'' وہ تقریباً بھاگتے ہوئے وہاں سے نکلی تبھی سامنے سے زونیر آتا نظر آیا اس کے ہاتھ میں لیلیٰ کی فائل تھی۔ آگے بڑھ کر لیلیٰ کو فائل تھمائی اور تیزی سے وہاں سے چلا گیا۔ لیلیٰ کی آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ تشکر بھی تھا جو زونیر نے محسوس کیا مگر انجان بنا رہا۔

وقت بہت تیزی سے گزرا تھا، ہانی نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ اسی خاموشی اور لاتعلقی میں 7 ماہ گزر گئے تھے۔ وہ گزرے ماہ میں 3 سے 4 بار حویلی کا چکر لگا آیا تھا۔ نہ لیلیٰ سے چلنے کو کہا تھا نہ کوئی خواہش تھی۔ بڑے ملک نے بہو کے بارے میں دریافت کیا تھا تو وہ بولا۔

''وقت جیسا گزر رہا ہے گزرنے دیں، ایک وقت ایسا آئے گا وہ خود چل کر یہاں آئے گی۔ بس آپ لوگوں سے التجا ہے کہ اُس کی ہر بدتمیزی کو معاف کر کے کھلے دل سے اُسے صرف میری اور میری خوشیوں کے لیے قبول کر لیجیے گا وہ جیسی بھی ہے میری محبت، میری بیوی ہے اور میں اُس کا کبھی برا نہیں چاہوں گا نہ ہی اُسے دکھی دیکھ سکتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ میری خوشی کا خیال رکھیں گے۔'' اُس نے وقت سے پہلے ہی باپ اور گھر والوں کو بہت کچھ باور کرا دیا تھا۔

لیلیٰ آج کل میکے میں تھی اور زونیر باپ کی خرابی طبیعت کا سُن کر کل سے ہی گاؤں گیا ہوا تھا اُس نے سُسر کی ناسازیٔ طبیعت کا سُن کر بھی جانے کو نہیں کہا اُس کی بے حسی پر تاؤ تو آیا مگر بولا کچھ نہیں تھا۔

وہ تقریباً ایک ہفتہ بعد گاؤں سے آیا تھا کہ اُس کی یونیورسٹی کا حرج ہو رہا تھا ایک سال پہلے ہی ضائع ہو چکا تھا اس لیے وہ باپ کی طبیعت سنبھلتے ہی آ گیا تھا۔ دو دن اُمِ لیلیٰ اور ہانی یونیورسٹی نہیں آئیں

تو اُسے تشویش ہوئی اور اُس نے ملازمہ سے کہا کہ وہ اُمِ لیلیٰ کو فون کر کے گھر آنے کا کہہ دے۔ رفیہ نے فون کیا تو پتا چلا کہ لیلیٰ کی والدہ بیمار ہیں، ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں۔ زونیر اُن کی عیادت کے لیے اسپتال پہنچ گیا۔ ہانی بہت مشکور تھی۔

''تم سے تو اچھے زونیر بھائی ہیں تائی امی کی طبیعت کا سُن کر خیریت معلوم کرنے چلے آئے، جبکہ تم زونیر بھائی کے بابا کو دیکھنے نہیں گئیں۔ مانو نہ مانو زونیر بھائی بہت اعلیٰ ظرف ہیں جو تمہاری نافرمانیاں برداشت کر رہے ہیں۔

''وہ مجھے اپنے حوصلے یا اعلیٰ ظرفی کی وجہ سے برداشت نہیں کر رہے، یہ اُن کی مجبوری ہے کہ وہ مجھے چھوڑ نہیں سکتے کہ یہ اُن کی غیرت کو گوارہ ہی نہیں ہوگا کہ وہ مجھے آزاد کر دیں۔

وہ اپنی مجبوریوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے۔ میرے لیے اُس نے کچھ نہیں کیا ہے۔ اور میں چاہتی بھی نہیں ہوں کہ وہ میرے لیے کچھ کریں کہ مجھے اُس سے کل بھی نفرت تھی آج بھی نفرت ہے۔'' وہ ضد اور انا کی ڈور میں آج تک اُلجھی ہوئی تھی۔ زونی جتنی درمیانی راہ نکالنا چاہتا تھا یہ اتنے ہی برے تیور دکھاتی تھی یہ اونٹ نہ جانے کس کروٹ بیٹھے گا؟'' ہانی کو بہت پریشانی تھی تبھی اُس نے زونیر کو فون کر دیا۔

''زونیر بھائی لیلیٰ کی خودسری میں کہیں نہ کہیں آپ کی نرمی کا بھی ہاتھ ہے، مگر زندگی اس طور نہیں گزرا کرتی وہ آپ کو سزا دینے کے چکر میں خود کو بھی سزا دے رہی ہے اور ایسا کرتے کرتے وہ ٹوٹ جائے آپ اُسے سنبھال لیں مجھے لگتا ہے کہ یہ جمود کچھ سالوں چلا تو رشتے اور محبت بھی اس جمود کا شکار ہو جائے گی۔ اپنی محبت کو پانے کی کوشش کریں آپ کا ساتھی کم عقلی و ناسمجھی دکھا رہا ہے۔ تو آپ تو عقلمندی کا ثبوت دیں ورگرنہ آپ محبت ہی نہیں لیلیٰ کو اور خود کو بھی کھو دیں گے۔'' ہانی پورے خلوص سے زونیر کو سمجھا رہی تھی وہ لیلیٰ کو بہت اچھی طرح جو جانتی تھی۔ زونیر نے بہت غور سے ہانی کی باتیں سنی تھیں۔ وہ صحیح کہہ رہی تھی وہ بہت دیر تک سوچتا رہا کہ کیا ہانی کی باتوں پر ردِعمل دیا جائے یا خاموش رہا جائے اور پھر اُس کے ذہن میں یہی آیا کہ وہ اپنی محبت جیت کر دکھائے گا، اُس کی محبت اتنی بے مول بھی نہیں ہے کہ ایک نفرت سے ہار جائے گا اُس نے نفرت کو شکست دینی ہی ہے کیسے یہ اُس نے بہت اچھی طرح سے سوچ لیا تھا۔ بس اب عمل کرنے کی دیر تھی۔

☆......☆......☆

''ابے کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں حویلی میں مستقل قیام کروں۔'' وہ اُس کو دیکھنے لگی تھی وہ یہ سب اُس سے کیوں کہہ رہا تھا وہ یہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

''اس لیے میں کل گاؤں جا رہا ہوں، کب لوٹوں گا یہ فی الحال کہہ نہیں سکتا، یہاں ملازم ہوں گے۔ تمہیں کسی چیز کی پریشانی نہ ہوگی، اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو تم فون کر کے کہہ دینا، خود نہ کہنا چاہو تو رفیہ کو کہہ دینا۔''

وہ اکیلے رہنے کے خیال سے ہی پریشان ہوگئی۔ ٹھیک ہیں ان کے تعلقات آپس میں بہت اچھے نہیں تھے مگر یہ تقویت تو تھی کہ وہ گھر میں موجود رہتا ہے۔ میں اکیلے یہاں نہیں رہوں گی اپنے گھر چلی جاؤں گی وہ ازلی ہٹ دھرمی سے بولی۔

''مسز ملک زونیر عباسی آپ کا گھر یہی ہے، میری موجودگی سے جب کوئی فرق نہیں پڑتا تو غیر موجودگی سے تو پڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' جب تم کوئی ریلیشن مانتی ہی نہیں ہو تو میرے

جاتے ہی میکے جانا چہ معنی وارد؟'' وہ سوالیہ نگاہوں سے اُم لیلیٰ کو دیکھ رہا تھا۔
''میں آپ کی باتیں سمجھ نہیں پا رہی ہوں۔''
''ہاہاہا...... سیدھی سی تو بات ہے، میاں کی غیر موجودگی میں تو میکے وہ بیویاں جاتی ہیں جو میاں کی ذرا سی پرواہ کر رہی ہوتی ہیں، میری موجودگی میں لاتعلق ہی رہتی ہو تو میری غیر موجودگی میں یہاں سے جانے کا کیا مطلب نکلتا ہے؟'' اُس کے چہرے پر خفت کی سرخی چھا گئی تھی۔ مگر جب بولی تو اپنے بھرپور اعتماد کے ساتھ ہی بولی تھی۔
''مجھے اکیلے رہنے کی عادت نہیں ہے، مجھے ڈر محسوس ہوتا ہے اس لیے میں......'' زونیر نے اُس کا جملہ مکمل ہی نہیں ہونے دیا اور ہنس کر بولا۔
''واٹ آ گڈ جوک، تمہیں اکیلے رہنے کی عادت نہیں ہے اور اکیلے کیسے رہا جاتا ہے؟'' اُس نے گہرے طنز سے کہا تھا اور وہ لب کچلنے لگی۔
رشتوں کے ہوتے ہوئے ضد وانا اور غصے میں خود کو اکیلا کر لیا ہے اور کہتی ہو کہ اکیلے رہنے کی عادت نہیں ہے۔ خیر جو بھی ہو، ابے وغیرہ کے بہت چاہنے کے باوجود میں تمہیں ساتھ نہیں لے جا سکتا کہ تم میرے اپنوں کے درمیان رہنے کے قابل ہو بھی نہیں۔ تم میکے میں رہو یا یہاں مجھے فرق نہیں پڑتا۔'' وہ اُس کے دھواں دھواں ہوتے چہرے کو دیکھتا لب بھینچا نکلتا چلا گیا وہ اپنی ہر بدتمیزی کے ساتھ آج بھی اُس کے دل کی سب سے اونچی مسند پر بیٹھی تھی۔ زونیر حویلی چلا گیا اور وہ اپنے گھر آ گئی، مگر ایک ہفتہ میں ہی وہ بری طرح عاجز آ گئی تھی کیونکہ ماں جی کا صبح و شام یہی ایک سوال تھا کہ وہ اُسے ساتھ کیوں نہیں لے گیا؟ فون کیوں نہیں کرتا؟ وہ یہاں کب تک رہے گی؟ جب سسر کی طبیعت خراب ہے تو اُسے گاؤں جانا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ وہ اب تک اپنا بھرم رکھے ہوئے تھی کیونکہ شادی کے بعد وہ محض تین دن کے لیے ہی حویلی گیا تھا کبھی چار دن بھی نہ ہوئے تھے اور وہ میکے اُسے خود ہی چھوڑتا اور خود ہی پک کرتا تھا۔ لیلیٰ رفیہ کے ذریعے آنے جانے کا پروگرام بتا دیتی تھی۔ اس لیے سب اچھا ہے پیش کرنے میں دشواری نہ ہوئی تھی اس لیے اُس کی آدھی ادھوری زندگی کا میکے میں کسی کو علم نہ تھا سوائے ہانی کے کہ وہ ہانی سے کچھ چھپا نہیں پائی تھی اوپر سے اُس کا یونیورسٹی میں روا رکھا جانے والا رویہ وہ اُلجھ گئی تھی مگر صاف اُسے کچھ نہیں بتایا تھا۔
''ماں جی کو میرا یہاں آنا، پسند نہیں ہے تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔'' وہ ماں کی باتوں اور تشویش بھری نگاہوں سے اُلجھی بیٹھی تھی اسی لیے ہانی کی ہمدردی پا کر رونے لگی۔
''تم یہ سب تماشے کب تک جاری رکھو گی؟ تمہیں نہ اپنی پرواہ ہے نہ اپنوں کی اور نہ ہی زونیر بھائی کی، تائی اماں کے سوالوں سے تم ایک ہفتہ میں ہی گھبرا گئیں۔ تم نے سوچا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو کیسے مطمئن کرتے رہے ہوں گے؟ تمہارے نہ جانے کا کیا ریزن دیا ہوگا؟ تم جو ڈیڑھ سال تک من مانیاں کرتی رہیں پھر بھی اچھی کی اچھی رہیں تو صرف زونیر بھائی کی وجہ سے انہوں نے تمہاری ہر بدتمیزی کے باوجود بھی تمہارا بھرم تمہارے میکے میں رکھا تم نے اُن کے اپنوں کو مان و عزت نہ دیا لیکن انہوں نے تمہارے لیے تمہارے اپنوں کو عزت دی۔ تم اب تک تائی اماں کے سوالوں سے اسی لیے محفوظ رہی تھیں نہ کہ وہ خود تم کو یہاں چھوڑ جاتے اور لے جاتے تھے۔

(باقی اگلے ماہ، پڑھنا نہ بھولیے گا)

محبتوں سے گندھی تحریر کا آخری حصہ

اس دفعہ تم ڈرائیور کے ساتھ آئی ہو۔ تم نے اُن کو کوئی اہمیت نہ دی تھی مگر اپنے مفاد اور بھرم کے لیے اُن کو یُوز خوب کیا تم نے، یونیورسٹی میں تم اُن کو جیسے نظر انداز کرتی ہو دیکھا ہے میں نے مگر تائی اماں کے سامنے تم کتنی نرمی سے بات کرتی ہو۔

یہ تمہارا دوغلا پن نہیں ہے تو کیا ہے لیلیٰ! جو کچھ ہوا اُس میں اُن کی غلطی نہ تھی مگر وجہ وہی تھے اس لیے انہوں نے تمہاری ہر بدتمیزی کو برداشت کیا اور تم نفرت کا اظہار کرتی رہیں، مگر وہی نفرت اپنا بھرم رکھنے کو کہاں چلی جاتی ہے؟ کہاں تو تم اُن کو مخاطب بھی نہیں کرتیں، اور جب اپنا مطلب ہوتا ہے تو تم اُن کو فون تک کر لیتی ہو۔ تم انتہائی خود غرض لڑکی ہو اُمِ لیلیٰ جس کو صرف اپنی 'میں' عزیز ہے۔

تم نے ہر ایک شخص کو ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیا ہے۔ اور تمہیں لگتا ہے کہ جیسے تم نکاح نامے پر سائن کرنے پر مجبور تھیں وہ طلاق نامے پر سائن نہ کرنے پر مجبور ہیں۔ یہ تمہاری بہت بڑی بھول ہے۔

دو منٹ بھی نہیں لگیں گے انہیں تمہیں طلاق دینے میں کہ وہ ایسا کر سکتے ہیں اور بالفرض وہ مجبور ہیں طلاق نہیں دے سکتے، دوسری شادی تو کر ہی سکتے ہیں کہ آخر کب تک وہ یہ سب برداشت کریں گے؟ آدھے ادھورے رشتوں کے ساتھ اپنی زندگی گزاریں گے۔ غصہ انا وغیرت میں زبان کی پاسداری کو طلاق نہیں دیں گے مگر دوسری بیوی تو لا ہی سکتے ہیں کیونکہ پہلی بیوی تو محض کاغذی ہی ہے اور ایک نئی ازدواجی زندگی شروع کرنے کا تو اختیار رکھتے ہیں کیونکہ تم تو اس قابل بھی نہیں ہو کہ شوہر کے حقوق ادا کر سکو۔''

وہ اُس کے رونے کی پرواہ کیے بغیر ایک سانس میں ہی بہت کچھ کہہ گئی تھی مزید کہہ رہی تھی کہ وہ چیخ پڑی تھی۔

''ہانی.....'' مارے تذلیل کے وہ رونا بھول

گئی اور چہرہ ضبط کے مارے لہورنگ ہورہا تھا۔
''چلاؤ مت، یہی حقیقت ہے' وہ شوہر ہے تمہارا، تم پر جائز حقوق محفوظ رکھتا ہے۔ زبردستی کرنے کا بھی اختیار ہے۔ مگر تمہاری مرضی کا پاس رکھا اور تم خود کو نہ جانے کیا توپ سمجھنے لگیں، تم جو اونچا بہت اونچا ہواؤں میں اڑتی رہی ہو نہ تو صرف زونیر بھائی کی ڈھیل کی وجہ سے وگرنہ وہ تمہارے پَر کاٹ سکتے تھے۔ اور تمہیں اتنا غصہ آ کس بات پر رہا ہے۔
ایسا کیا غلط کہا میں نے، شوہر کے حقوق ادا کرنے کے قابل ہوتیں تو ادا کرتیں، کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے بیٹھی نہ رہتیں۔'' وہ مزید تلخ اور بدلحاظ ہوئی تھی کیونکہ وہ لیلیٰ کو جانتی تھی اور مزید جان گئی تھی کہ گھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلنے والا۔
''ہانی صاحبہ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کروں یا چڑیا کی طرح، تمہیں میری تذلیل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔'' اُس کا تنفس بہت بڑھ گیا تھا۔
''اور تمہیں ہر ایک کی تذلیل کرنے کا پورا اختیار حاصل ہے یہ زونیر بھائی کی توہین نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر میں اپنی بیوی کے ساتھ نامحرم کی طرح رہتے ہیں۔ بیوی نے اتنا اختیار بھی نہیں دیا کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہی کرلیں، اس کے لیے بھی ملازموں کی مدد لینے پر مجبور ہیں، وہ ملازموں کے سامنے کتنی سبکی محسوس کرتے ہوں گے جب وہ اُن کو جاکر کہتی ہوگی کہ بیگم صاحبہ کو میکے لے جائیں' وہ صبح وشام کتنی ذلت سے گزرتے ہوں گے۔ جب تم اُن کے سامنے بیٹھے ہونے کے باوجود ملازمہ کو یہ کہتی ہوگی کہ ''اپنے صاحب سے کہہ دو مجھے میکے جانا ہے شاپنگ پر جانا ہے۔'' اُن کی یہ ذلت اُس وقت کتنی بڑھ جاتی ہوگی جب وہ بیوی کے بنا ہی ایک الگ کمرے میں جاتے ہوں گے، تم اپنے لیے چند ذلت آمیز الفاظ برداشت نہ کرسکیں اور وہ مرد ہوکر اتنی ذلت سے گزرتے رہے، تم نے تو اپنا انتقام لے لیا، خود ہی متاثر ہوئی تھی نہ تمہاری تو تم نے اُن کی میں ہی کچل ڈالی، مگر وہ انتقام لینے پر آئے تو سر چھپانے کو چار دیواری بھی میسر نہ ہوگی۔
سوچو لیلیٰ جب تم کمزور ہوکر اتنا بڑھ گئیں تو وہ تو پھر طاقت رکھتے ہیں، مگر فرق صرف اتنا ہے کہ تم کمزور ہوکر بھی بدلحاظ و بے مروت تھیں، اور وہ طاقت رکھتے ہوئے بھی یہ سب نہ کرسکے۔ انسانیت تم کو چھو کر نہیں گزری اور وہ انسانیت' جذبوں اور رشتوں کی بقاء کی جنگ خود کو ذلیل کرکے بھی لڑتے رہے۔ ظلم تمہارے ساتھ نہیں اُن کے ساتھ ہوا ہے۔
قابلِ رحم تم نہیں ہو کیونکہ تم عورت ہو ازل سے بے بس، عورت رشتوں کے لیے عزت کی حفاظت کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دیتی ہے اور تم نے نکاح نامے پر سائن اپنی عزت کے لیے کیے تھے، کسی پر احسان نہیں کیا تھا، مگر آج تم پور پور ملک زونیر عباسی کے احسانوں تلے دبی ہو کہ اُن کے اعلیٰ کردار' اور اعلیٰ سوچ نے اُن کے قد کو بہت بڑا بنا دیا ہے اور تم اُن کے سامنے بہت بونی ہوگئی ہو اور بہت نیچے سے آسمان کی بلندی محسوس تو کیا دیکھی بھی نہیں جاسکتی۔
تم زمین ہو اور وہ آسمان تم قابلِ رحم نہیں ہو، مگر وہ قابلِ فخر قابلِ تعریف ہیں۔'' ہانی کی سانس پھولنے لگی تو وہ اُس کے سامنے سے اُٹھ گئی تھی مگر اُس کی سماعتوں اور دل و دماغ میں ہانی کی آواز کی بازگشت گونجے جارہی تھی اور وہ اس بازگشت سے ساری عمر پیچھا نہ چھڑا سکے گی۔

اُس کی ہچکیاں اور سسکیاں کمرے میں گونجنے لگیں۔

☆......☆......☆

بڑے ملک زمینوں کا حساب کتاب لینے کے لیے نکل رہے تھے جب انہوں نے زونیر کی گاڑی پورچ میں کھڑی دیکھی۔ وحید تیزی سے بڑے ملک کی جانب بڑھا۔

''سلام بڑے ملک۔'' وحید نے انہیں سلام کیا۔

''تم یہاں کس کی اجازت سے آئے ہو؟'' سلام کا جواب دیے بغیر کچھ حیرت اور کچھ غصے سے اس سے پوچھا۔

''بڑے ملک وہ چھوٹی بی بی نے کہا کہ انہیں حویلی جانا ہے۔'' تب اُن کی توجہ گاڑی سے اترتی عورت کی جانب مبذول ہوگئی۔ جسے وہ پہچان نہیں سکے تھے کہ اُس نے بڑی سی سرخ چادر سے نہ صرف پورے وجود کو بلکہ چہرے کو بھی کور کیا ہوا تھا۔ وہ دھیمی سی چال چلتی اُن سے کچھ فاصلے پر آن رکی۔

''السلام علیکم! بڑے لالہ۔'' وہ بری طرح چونکے اور اُسے دیکھا آواز کے بعد آنکھیں، خوشگوار احساس میں گھر گئے۔

''بھرجائی اطلاع تو دیتیں، خیر اندر چلو، اندر چل کر بات کرتے ہیں۔'' وہ حیران حیران سے ہی بولے اور اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ اُس کی چال میں لڑکھڑاہٹ سی تھی۔

حویلی والے اُسے دیکھ کر متحیر ہوئے تھے اور اُس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئی۔ نم لہجے میں اُس نے سب کو سلام کیا تھا۔ اُس کی کیفیت کچھ نہ کچھ سمجھتے ہوئے انہوں نے ملازمہ کو پانی

Downloaded From
Paksociety.com
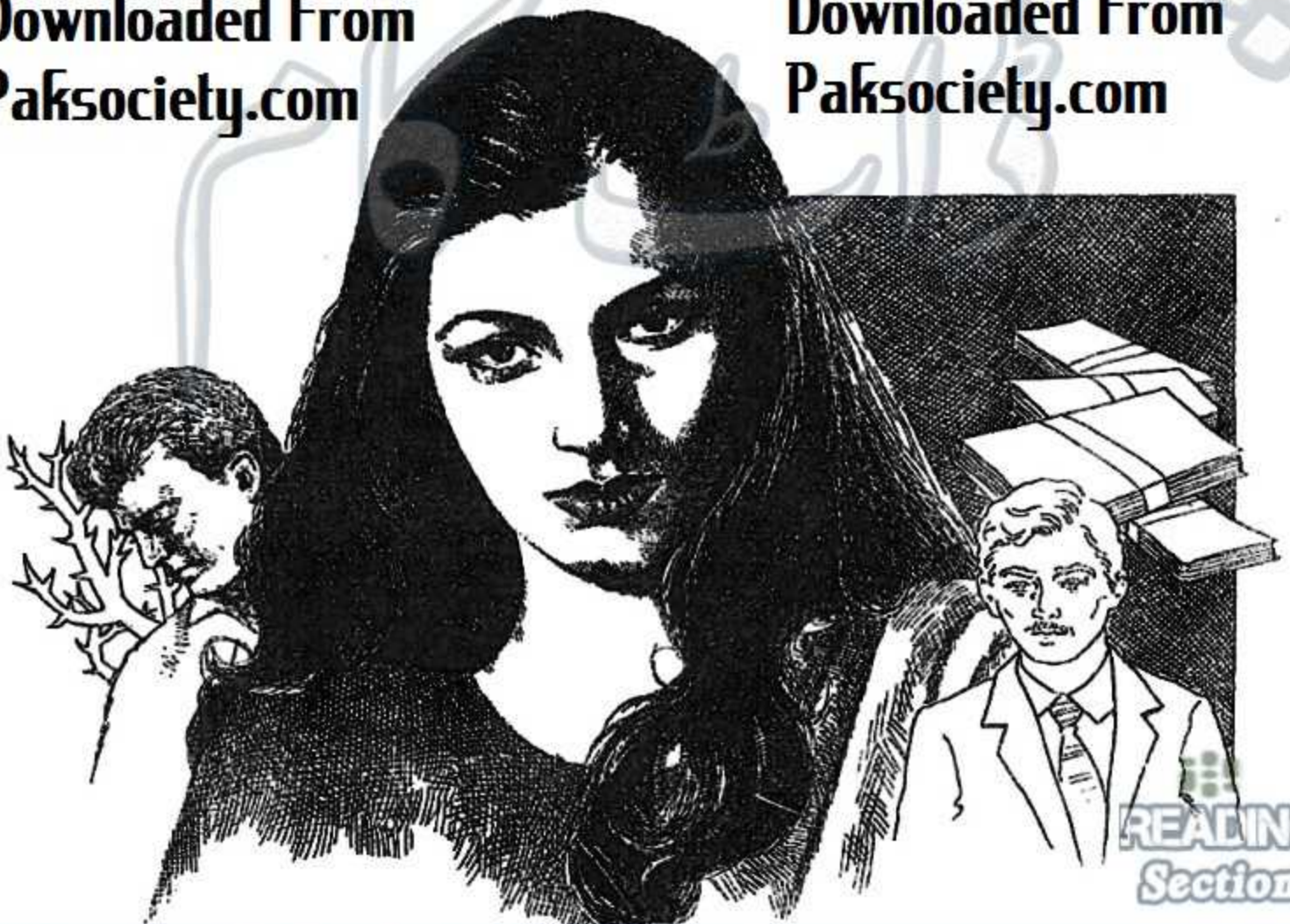
لا نے بھیجا اور اُسے بیٹھنے کو کہا۔
"زونیر کی دلہن تم یوں اچانک بغیر کسی اطلاع کے چلی آئیں اور یہ زونی کہاں ہے، گیا تو لاڑکانہ کا کہہ کر تھا، لینے بیوی کو گیا ہوا تھا۔" بی بی شاہ تاج اُس کی خاموشی اور شرمندگی محسوس کرتے ہوئے بولی تھیں۔
"آجائے ذرا کان کھینچتی ہوں اُس کے۔" آگے بڑھ کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا تو اُس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔
وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔
"مم! مجھے معاف کردیں، آئی ایم سوری۔" وہ ہچکیوں کے درمیان بولی۔ اور اُن سب نے اپنے ظرف کو بڑا کرنا ہی تھا کہ یہ اُن کے بیٹے کی التجا بھی تھی اور وہ لوگ بیٹے کی محبت میں مجبور بھی تھے۔
"میں آپ سب سے بے حد شرمندہ ہوں، میں نے بہت مس بی ہیو کیا۔"
"بھرجائی، گزری باتیں بھول جاؤ، ہم سب نے تمہیں دل سے معاف کردیا ہے، ہم تو صرف تمہاری واپسی کے منتظر تھے کہ کب ہماری حویلی، ہمارے زونی کی دلہن کے وجود سے آشنا ہوگی۔" انہوں نے آگے بڑھ کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کچھ کہنے ہی نہیں دیا۔
"آئی ایم سوری۔ میں نے آپ سے بہت بدتمیزی کی۔" رونے میں اضافہ ہونے لگا۔
"غلطی میری بھی تو تھی نہ اس لیے کہہ رہا ہوں گزری باتیں بھول جاؤ، سفر سے آئی ہو تھک گئی ہوگی پہلے آرام کرلو پھر بات کریں گے۔" اُسے مزید کچھ کہنے کا موقع نہ دیا اور بیوی کو کہا کہ اُسے کمرے میں چھوڑ آئے۔

"میں ابے کو بتا دیتا ہوں جا کر، آپ بھرجائی کو دیکھ لو جا کر کسی چیز کی ضرورت ہوگی۔" وہ ماں سے مخاطب ہوئے۔
"فکر نہ کرو بیٹا' جب اپنے زونی کے لیے ظرف بڑا کرنے کا سوچ ہی لیا ہے تو اُس کا خیال رکھیں گے۔" مگر یہ مجھے سمجھ نہیں آیا کہ یہ اچانک آ کیسے گئی اور یہ زونی......"
"زونی، لاڑکانہ ہی گیا ہوا ہے۔ یہ کیسے آئی میں بھی نہیں جانتا۔ مگر پتا چل جائے گا پریشان نہ ہوں، اب سب کچھ ٹھیک ہی ہوگا۔" وہ اُس کے لوٹ آنے پر مطمئن تھے۔
"مم...... میں نے آپ سے بات کرنی ہے۔" کھانے پر سب نے ایسے ہی بی ہیو کیا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور وہ بہت خاص ہو کہ اُسے کافی خاص پروٹوکول دیا گیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد اُس نے جاتے ہوئے اپنے جیٹھ کا نام لیے بغیر اٹک اٹک کر کہا لالہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ وہ رُک کر اُس کی طرف پلٹے۔ گلابی چہرہ، سرخ ناک، آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ سر پر سلیقے سے دوپٹا جمائے وہ انہیں بہت اچھی لگی تھی کہ اُسے دیکھتے ہی انہوں نے بھائی کی پسند کو او کے کردیا تھا۔
"بات تو مجھے بھی تم سے کرنی تھی۔" اُس کی جھجک مٹانے کو بولے تھے اور اُسے کمرے میں جانے کا کہا اور خود نے فون کر کے کسی کو کچھ ہدایات دیں پھر اُس کے کمرے کی جانب بڑھے۔
"دیکھو بھرجائی، جو کچھ ہوا، ہونا تو نہیں چاہیے تھا مگر اب وہ سب لوٹایا نہیں جاسکتا، اس لیے بھول جانا درگزر کردینا ہی عقلمندی ہوگی۔" اس کی جھجک محسوس کر کے انہوں نے خود ہی بات

کا آغاز کیا تھا۔
''اور تم نے آنے سے قبل زونی کو کیوں نہیں بتایا؟ بتا دیتیں تو وہ خود تمہیں یہاں لے کر آتا......'' انہوں نے نرمی سے کہا۔
''وہ...... وہ تو چاہتے تھے۔مگر......'' وہ بات مکمل نہ کر سکی۔ لیلیٰ کو اپنی غلطی کا احساس کافی عرصے سے ہو رہا تھا اور جب موقع ملا تھا اپنی غلطیاں سدھارنے کا تو اپنی کم عقلی سے کھو دیا۔
''ہانی کی باتوں نے اُسے اندر تک جھنجوڑ ڈالا تھا، وہ پچھتا تو رہی تھی مگر فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی۔

اسی ٹینشن نے اُسے بیمار کر دیا ہانی نے اس سے بات کرنا تک چھوڑ دی تھی، وہ خود سے اور اپنوں کے رویوں سے لڑ رہی تھی تبھی زونیر نے فون کر کے کہا تھا کہ اپے بیمار ہیں، وہ کچھ دنوں کے لیے حویلی آ جائے، کسی رشتے کے نہ سہی، انسانیت کے ناطے، مگر وہ الجھے ذہن سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکی تھی۔ اور جب اس نے فیصلہ کر لیا تب مطمئن ہوگئی اور حویلی چلی آئی۔ بڑے لالہ کے پوچھنے پر جیسے وہ ماضی میں چلی گئی مگر پھر جلدی سے اپنے آپ کو سنبھال کر انہیں مخاطب کیا۔
''بڑے لالہ میں نے زونیر کو کال کی تھی مگر انہوں نے میری کال ریسیو نہیں کی، رفیہ سے فون کروایا تو انہوں نے سیل ہی آف کر دیا، تب میں نے سوچا کہ اگر غلطی آپ سب سے ہوئی تو کم غلطیاں تو میں نے بھی نہیں کیں۔ اور جب آپ لوگ جھک سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں، بس اس لیے میں خود ہی چلی آئی۔ میں بہت بری ہوں، میں نے آپ لوگوں کے ساتھ بہت برا کیا ہے۔ میں معافی ہی قابل نہ تھی کہاں آپ سب نے مجھے اتنی عزت دی۔'' اُس کی ہچکیاں بندھ گئی ہیں۔

''تم کس قابل ہو یہ تم خود نہیں جانتی ہو بھرجائی، تم ملک زونیر عباسی کی محبت ہو، اور ہم زونی کی محبت اور عزت کے لیے اپنے اصولوں کے خلاف جا سکتے ہیں تو یہ اعلیٰ ظرفی تو کچھ بھی نہیں ہے کہ زونی کی خوشی کے لیے سات خون معاف کر سکتے ہیں، تم نے جو کیا اُس میں کہیں نہ کہیں حق بجانب ہو، مگر بات یہی ہے کہ زونی بے خطا اُس سب میں پستا رہا ہے۔' غلط فعل ہمارا تھا، سزا زیادہ اُس نے جھیلی ہے۔
مگر اب تم سے یہی کہیں گے بھرجائی کہ تم نے اب اپنی ہر خطا کا ازالہ کرنا ہے، جتنی بے رخی اور نفرت دکھائی ہے اُس سے کہیں زیادہ محبت اور وفائیں نبھانی ہوں گی۔ ہمارے زونی کو اُس کی خوشیاں اور لبوں کی مسکراہٹ لوٹانی ہوگی کہ ہم اُس کو مسکراتے دیکھنے کو ترس گئے ہیں۔ ابھی صرف اس حویلی نے تمہیں قبول کیا ہے، جس لمحے اس حویلی کے در و دیوار ایک بار پھر زونی کی ہنسی سے روشناس ہوں گے تمہیں چاہت سے اپنالیں گے۔

اور امید ہے ہمیں بھرجائی کہ تم ہمیں مایوس نہیں کرو گی۔ زونی کے ہر دکھ کا تم ازالہ اپنی چاہت سے کر دو گی۔ میں جانتا ہوں کہ اُس نے پرسوں تمہیں فون کیا تھا اور تم سے بات کرنے کے بعد جتنا دکھی میں نے اُسے محسوس کیا تھا اتنا میں نے اُسے تکلیف میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس نے بہت مان سے تم سے کچھ کہا تھا مگر تم اُس کی چاہت و مان کو سمجھ نہ سکیں۔ مگر اب تم نے اُس کی چاہتوں کو اُس کی نیک نیتی کو سمجھنا ہوگا۔'' وہ اپنے بھائی کو بہت اچھے سے جانتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے بھائی کا تجزیہ کرتے ہوئے تمام باتیں کہی تھیں۔

''وہ...... وہ مجھ سے بہت ناراض ہوں گے۔'' وہ ہکلائی۔

''ناراض ہوگیا ہے تو منالو۔'' اور چاہو تو میں فون کرکے بلالیتا ہوں بحث میں پڑنے کے بجائے سادہ سا حل پیش کیا تھا۔

''بڑے لالہ میں چاہتی ہوں آپ انہیں ابھی نہ بلائیں کہ میں یہاں سیٹ ہونا چاہتی ہوں۔''

''اوکے! اس سے اچھی کیا بات ہوگی۔'' وہ اُس کے سر پر ہاتھ رکھتے کمرے سے نکل گئے تھے۔ اور پھر جیسے وقت کی دھول میں اَٹ جانے والی اُم لیلیٰ کے گرد لپٹی دھول اک ہوا کے جھونکے سے اڑگئی تھی اور پہلے والی اُم لیلیٰ لوٹ آئی۔ وہ حویلی میں ایسے رہنے لگی جیسے یہاں برسوں سے رہتی ہو، وہ بی بی شاہ تاج سے کھانا بنانا بھی سیکھ رہی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد زونیر نے حویلی میں اچانک قدم رکھا تھا۔ بیٹھک میں قدم رکھتے ہی سماعتیں چونک اٹھی تھیں۔

''بڑے لالہ میں نے کہہ دیا کہ آپ شادی کی سالگرہ منار ہے ہیں تو بس منار ہے ہیں۔'' نگاہ اٹھی تو یقین کرنا مشکل ہوگیا کہ بی بی شاہ تاج کے برابر صوفے پر بیٹھی اُم لیلیٰ ہی ہے۔

''مجھے یہ سب کبھی پسند نہیں، زونی ہر سال یونہی میرے پیچھے پڑتا ہے، بٹ ریئلی مجھے یہ سب نہیں پسند۔''

''آپ کو نہیں پسند لیکن مجھے پسند ہے۔ اور آپ وہی کریں گے جو میں کہوں گی ورنہ بڑے لالہ آپ سے ناراضگی پکی۔'' وہ بہت حق اور مان سے بولی تھی اور اُسے اپنی ہی سماعتوں اور بصارت پر شک ہونے لگا۔

''اچھا بابا! تم جیتیں اور میں ہارا، بے بے آپ کی یہ لاڈلی آپ کے لاڈلے زونی کی طرح جس بات کے پیچھے پڑجائے منوا کر ہی دم لیتی ہے۔'' انہوں نے مصنوعی خفگی سے گھورا اور وہ بے ساختہ ہنستی چلی گئی تھی۔ کانچ سی کھنکتی شفاف ہنسی، اور ہنستے ہوئے اُس کی نگاہ سامنے اٹھی۔ ہنسی بت بنے کھڑے ملک زونیر عباسی کو دیکھ کر تھمی اور وہ ایک دم ہی اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی۔ بڑے لالہ اور بی بی شاہ تاج زونیر کو دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھیں۔ اور وہ اپنی جگہ سے اٹھتے بھائی تک آئے تھے۔ کاندھے پر ہاتھ رکھا تھا اور وہ چونک اٹھا، نگاہ اُس کے جگمگاتے چہرے سے ہٹالی۔

''کیسا ہے میرا بچہ؟'' بغل گیر ہوتے ہوئے شفقت سے بولے۔

''ٹھیک ہوں، تھک گیا ہوں، آرام کروں گا۔'' اُن سے الگ ہوا اور سلام دعا کے بغیر کسی کو بھی دیکھے بناء کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

''نن، نہیں، بے بے! میں نہیں جارہی، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' بی بی شاہ تاج نے اُسے کمرے میں جانے کو کہا تھا تو وہ لمحے میں انکاری ہوگئی تھی۔

زونی کو اپنے کمرے میں کافی تبدیلی محسوس ہوئی۔ گرے کلر اسکیم اب گلابی میں تبدیل ہوگئی تھی۔ سائیڈ ٹیبل پر اُم لیلیٰ کی مسکراتی ہوئی تصویر رکھی تھی، بیڈ کی داہنی طرف تکیے کے اوپر دھانی آنچل اور تکیے کے نیچے سے جھانکتیں رنگ برنگی کانچ کی چوڑیاں، ڈریسنگ ٹیبل پر سجی کاسمیٹکس کی اشیا بہت کچھ تبدیل ہوگیا تھا، اُس نے ٹھنڈی سانس لی اور واش روم میں گھس گیا تھا۔ فریش ہونے کے بعد بھی ذہن میں اُمڈتے سوال اپنی جگہ پر تھے کہ وہ یہاں کب کیسے آئی؟ اور سب کے درمیان اتنی بے تکلفی واپنائیت سے بیٹھنا، یہ سب کیسے ہوگیا؟ اور گھر والوں نے اُسے اُس کے

آنے کا بتایا کیوں نہیں؟ غصہ وانا میں اُس نے رابطہ بھی نہیں کیا۔ وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا کہ اُس کی تصویر اور سامان سے صاف لگ رہا تھا کہ اُس کا قیام یہیں ہے، اور جب یہیں قیام ہے تو وہ اب تک آئی کیوں نہیں؟ اُسے اُس کے پیچھے آنا ہی چاہیے تھا۔ اس سوچ نے ساری تلخیوں کو تازہ کردیا تھا۔ اسی طرح غصہ سے کھولتا وہ کمرے سے نکلا۔

''نوراں...... جمیلہ...... رفیہ......'' ایک ہی سانس میں اُس نے ریلنگ پر جھکے ہوئے حویلی کے ملازموں کو آواز دی تھی۔

''کہاں مری ہوئی تھیں تم سب؟ کچھ ہوش ہے کب سے آیا ہوا ہوں، کچھ چائے پانی کا ہی پوچھ لو۔'' اُسے غصہ کم آتا تھا اور آتا تھا تو باپ اور بڑے بھائی کو بھی پیچھے چھوڑ دیتا تھا۔

''وہ، وہ چھوٹے ملک۔''

''بس! بک بک نہ کرو اور میرے لیے اسٹرانگ چائے بنا کر لاؤ۔'' وہ کہہ کر کمرے میں غائب ہوگیا تھا اور اُس کی آواز حویلی میں گونج رہی تھی تو ایسا ممکن نہ تھا کہ کچن میں موجود اُم لیلیٰ تک نہ پہنچتی اُس کے ڈر میں اضافہ سا ہوگیا تھا کہ اُس نے بہت سوفٹ نیچر ملک زونیر عباسی کو دیکھا تھا۔

ملازمہ چائے دینے آئی تو وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔ ''چھوٹی بی بی بڑے لالہ کے ساتھ شہر سے آئی ہیں۔''

''نہیں، چھوٹے ملک، بی بی تو اکیلے ہی آئی تھیں۔''

''کیا، اکیلے؟ مگر کب؟'' وہ حیرت زدہ رہ گیا تھا۔

''جب آپ لاڑکانہ گئے ہوئے تھے۔''

''ٹھیک ہے تم جاؤ۔'' کپ لے لیا تھا مگر وہ حیران اتنا تھا کہ چائے پینا بھی بھول گیا اور جیسے ہی خیال آیا اُس نے لبوں سے کپ لگالیا مگر ٹھنڈی بدمزہ چائے اُس کے منہ کا ذائقہ خراب کرگئی اور اُس نے یہ کوفت بھی باہر نکل کر ملازموں پر ہی نکالی۔

''اتنی بدمزہ چائے، پینے کا عادی نہیں ہوں میں۔'' وہ اُسے اتنے غصے میں دوسری یا تیسری ہی دفعہ دیکھ رہے ہوں گے۔ تب اُس کی دھاڑ بھی سنی اور وہ واپس کچن میں کانپتے پیروں سے پلٹ گئی۔

''یہ تو کتنے غصہ میں ہیں، اور میں اُن کے سامنے جاؤں گی تو یہ مجھے بھی ضرور اپنے عتاب کا نشانہ بنائیں گے کہ میں اُن کے ساتھ کتنا برا بھی کرچکی ہوں، یہ بدلے میں مجھے نہ جانے کیا کہیں؟ مجھے نہ جانے کیا سزا دیں گے؟'' وہ فریج سے ٹیک لگائے سوچ رہی تھی۔

''چائے دوبارہ بن جائے گی۔'' بھاوج نے رسان سے کہا۔

''مجھے نہیں پینی کوئی چائے وائے۔'' وہ فاصلے پر ہونے کی وجہ سے بھائی کے لبوں پر مچلتی مسکراہٹ دیکھ نہ سکا تھا اور خفگی سے کہتا مڑا ہی تھا کہ انہوں نے قہقہہ روکتے ہوئے اُسے آواز دی۔

''چائے نہیں پینی نہ پیو، آکر کھانا کھالو مجھے سخت بھوک لگی ہے۔''

''لیکن مجھے بھوک نہیں ہے۔'' خفگی ہنوز برقرار تھی۔

''جلدی سے آؤ میں ڈائننگ روم میں تمہارا انتظار کررہا ہوں۔'' مسکرا کر کہا پلٹ گئے اُسے نہ چار نیچے آنا پڑا تھا اُس کے سرخ چہرے کو دیکھ کر

انہیں ہنسی آنے لگی تھی۔ مگر کنٹرول کر گئے۔

''جمیلہ، جلدی کھانا لے آؤ۔ ہمارے صاحب بہادر آج بڑے غصے میں ہیں۔'' کھانا ٹیبل پر لگاتی ہوئی ملازمہ سے کہا اور وہ بھائی کو خفگی سے دیکھنے لگا تھا مگر بولا کچھ نہ تھا۔

''آنے سے پہلے اطلاع کر دیتے تو گھر والے کھانا تو نہ کھاتے، میں ڈیرے پر گیا ہوا تھا اس لیے کھانا نہیں کھایا تو تمہارا ساتھ دے بھی رہا ہوں، وگرنہ جانتے ہو میں بار بار کھانے کا عادی بالکل نہیں ہوں۔'' سالن نکالتے ہوئے بولے تھے اور اُس نے بڑی خاموشی سے پلیٹ میں چاول نکال لیے۔

''اتنے خاموش کیوں ہو، سب خیر تو ہے؟'' اُس کی خاموشی بری طرح کھل رہی تھی۔

''کسی سے جھگڑا تو کر کے نہیں آئے؟''

''پلیز بڑے لالہ اس وقت میرا کسی سے بھی بات کرنے کا موڈ نہیں ہے۔'' اُسے سخت بھوک لگی تھی کہ بارہ بجے کے قریب ہلکا پھلکا ناشتہ کیا تھا اور اب ساڑھے 8 ہو رہے تھے۔ مگر اُس نے تھوڑے سے چاول کھا کر پلیٹ کھسکا دی اور پانی پینے لگا۔

''کسی، میری جان، میں کسی کب سے ہو گیا؟''

''جب سے آپ نے مجھے اہمیت دینی چھوڑ دی ہے۔ مجھ سے باتیں چھپانا شروع کر دیں ہیں۔'' وہ تپے تپے لہجے میں کہتا کرسی کھسکا کر اُٹھ گیا۔

''تُو میرے لیے خود سے بھی زیادہ اہم تھا ہے اور رہے گا، بیٹھ جا اور کھانا کھا میں جانتا ہوں تُو نے نکلتے ہوئے تھوڑا بہت کھایا ہوگا اور دوران سفر محض پانی پر ہی گزارا کیا ہوگا اس لیے تجھے اس وقت سخت بھوک لگی ہے اس لیے شاباش کھانا کھا لے، کوئی بات بری لگی ہے تو کھانے کے بعد کہہ دینا۔'' ہاتھ پکڑ کر رکھا تھا اور وہ بڑی فرمانبرداری سے بیٹھ گیا تھا اور خود کو کمپوزڈ کر کے کھانا کھانے لگا۔

''جمیلہ دو کپ اسٹرانگ سی چائے لے آؤ۔'' ہاتھ نیپکن سے صاف کرتے ہوئے بولے اچانک چیخ سنائی دی۔ محویت سے کھانا کھاتا ملک زونیر عباسی اور وہ چونک اٹھے۔ وہ کرسی کھسکا کر زندگی میں پہلی دفعہ باورچی خانے میں چلے آئے۔

''کیا ہوا ہے؟'' سامنے لیلیٰ چہرہ چھپائے کھڑی تھی گرم گرم پانی اُس کے پیر کو بری طرح جھلسا گیا تھا۔ ملازمہ اسے سہارا دے کر باہر لاؤنج میں لے آئی اور صوفے پر بٹھا دیا۔

''جمیلہ جاؤ فرسٹ ایڈ بکس لے آؤ اوپر والے کمرے میں ہے زونی نے اُس کے پیلے پڑے پیر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ بڑے لالہ نے ڈاکٹرنی کو بھی بلوا لیا تھا۔

''اُم لیلیٰ کے پیر پر پانی کیسے گر گیا۔ تم کہاں مری ہوئی تھیں۔'' زونی نے جمیلہ کو بری طرح لتاڑا تبھی لیلیٰ نے پلکیں اُٹھا کر اُسے دیکھا دونوں کی نگاہیں چار ہوئی تھیں کہ وہ نظر چرا گئی۔

''جمیلہ دیکھو جا کر یہ ڈاکٹر صاحبہ ابھی تک کیوں نہیں آئیں؟'' بڑے لالہ کے کہنے کی دیر تھی ملازمہ وہاں سے نکل گئی تھی۔ اور وہ بھی کسی کو فون ملاتے بیٹھک کی طرف بڑھ گئے۔

زونی اُسے دیکھنے لگا تھا جو آنسو بہاتی، ضبط کی منزلیں طے کرتی لب کچل رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں ڈاکٹر صاحبہ چلی آئیں۔

''او گاڈ یہ تو کافی زیادہ جل گیا ہے۔'' ڈاکٹر

فردوس دیکھتے ہی بولی تھیں۔ پیر تھاما ہی تھا کہ ضبط کرتے کرتے بھی اُس کی چیخیں نکل گئیں۔ گلابی نرم ملائم جلد کافی متاثر ہوئی تھی۔

''ٹیک اٹ ایزی۔'' کہہ کر نرمی سے کریم لگانے لگی تھیں کہ وہ زونی کا ہاتھ تھام گئی۔

''میں نے نہیں لگوانی تکلیف سے میری جان نکل جائے گی۔'' وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے بولی تھی۔ اُس کے آنسو ملک زونیر کے ہاتھ کی پشت پر تیزی سے گرتے رہے اُس کے دل کو کچھ ہو رہا تھا۔

''یہ پین کلر لے لو، اُم لیلیٰ کچھ دیر میں جلن بھی کم ہو جائے گی اور درد میں بھی آرام آجائے گا۔'' زونی نے گولیاں اُس کو دیتے ہوئے کہا۔ لیلیٰ نے بڑی خاموشی سے گولیاں پانی کے ساتھ پھانک لی تھیں۔

''کب تک یہیں بیٹھے رہنے کا ارادہ ہے؟'' اُس نے اُسے دیکھے بغیر کہا تھا اور وہ لب کچلنے لگی تھی۔

''اٹھو اور کمرے میں جاؤ۔ میں مردان خانے میں جا رہا ہوں۔'' وہ کہہ کر جانے کے ارادے سے مڑا تھا کہ ''سنیں۔'' تھما ضرور مگر پلٹا نہیں اور اُس نے اُس کی چوڑی پشت کو دیکھا اور بولی۔

''مم، میرے پاؤں میں بہت درد ہو رہا ہے۔ میں چل نہیں پاؤں گی۔'' اور اُس نے مڑ کر اُسے دیکھا بھیگا سرخی مائل چہرہ سبز دوپٹے کے ہالے میں بڑا ہی دلکش لگ رہا تھا۔ ماتھے پر جھولتی لٹیں وہ بے اختیار سا اُسے دیکھے گیا اور اُس کی نگاہوں کی حدت سے اُس کی گھنیری بھیگی پلکیں لرزنے لگیں، عارضوں پر سرخی گہری ہونے لگی اور اُس نے گڑبڑاتے ہوئے جھولتی لٹیں ہٹانے کو ہاتھ اونچا کیا تھا اور سونے کی چوڑیاں بج اٹھیں اور اُس کی محویت ٹوٹ گئی۔

''میں جمیلہ سے کہہ دیتا ہوں وہ تمہیں کمرے تک لے جائے گی۔'' کہہ کر ملازمہ کو آواز دینے ہی لگا تھا کہ اُس کی فرمائش پر اُسے دیکھنے لگا کہاں امید تھی کہ وہ ایسا کچھ کہے گی مگر وہ اپنی بات کہنے کے بعد نگاہ جھکائے لب کچل رہی تھی۔ اور وہ اُسے محویت سے تک رہا تھا کہ دوبارہ کانوں میں اُس کی کچھ قبل کہی بات گونجی تھی۔

''آ، آپ بھی تو مجھے کمرے تک چھوڑ سکتے ہیں۔'' اُس نے نظر اُٹھا کر گم صم کھڑے ملک زونیر عباسی کو دیکھا اور اٹھی تو تکلیف سے بلبلا اٹھی۔ لب پر لب جما کر سسکی روکی اور گرنے سے بچنے کو ٹیبل پکڑ لی، آنسو ٹیبل کی شفاف سطح پر ٹپ ٹپ گرنے لگے، کھڑا تو ہوا نہیں جا رہا تھا، وجود دھیرے دھیرے لرزنے لگا تھا اور اُس نے ایک نظر اُسے دیکھا اور آگے بڑھ کر اُسے بانہوں میں اُٹھا لیا۔ اُس کو ایسی کوئی امید نہ تھی اُس نے آنکھیں سختی سے میچ لیں، اور وہ سیڑھیاں چڑھتا اپنے کمرے میں آ گیا اور احتیاط سے اُسے بیڈ پر لٹا دیا، سیدھے ہوتے ہوئے دونوں کی نگاہیں ٹکرائیں۔ اُس نے حیا سے نظریں چرا لیں۔

وہ سیدھا ہو گیا اور تیزی سے باہر کی طرف بڑھا ہی تھا اور اُس نے اُس سے بھی زیادہ تیزی دکھاتے ہوئے اُسے پکارا۔

''زونیر......'' مگر وہ سُنی اَن سُنی کرتا کمرے سے نکل گیا۔ اور وہ نادم نادم سی تکیے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ پین کلر کا اثر تھا یا شوہر کا سامنا کرنے کے مرحلے سے نجات بہر حال جلد ہی وہ نیند کی وادی میں اُتر گئی۔

☆......☆......☆

''زونی......'' وہ مگن سا بیٹھا سگریٹ پھونک

رہا تھا۔ آواز پر چونکا اور بڑے لالہ کو دیکھ کر اُس نے گھبرا کر سگریٹ انگلیوں کی گرفت سے آزاد کی اور چھپانے کو پاؤں رکھ دیا۔

''زونی...... ہوش میں ہو۔'' انہوں نے سگریٹ پیتے بھی دیکھا تھا اور پھینکتے بھی۔

''دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا۔ یہ کیا حرکتیں کرتے رہتے ہو۔ صحت خراب کرلی ہے اپنی۔''

''بڑے لالہ' آپ ابھی تک سوئے نہیں؟''

''سوئے تو تم بھی نہیں ہو۔'' اُس کے بات بدلنے پر وہ چڑے ضرور لیکن اپنی بات دہرانے کی بجائے اُس کے سوال کے جواب میں سوال کر بیٹھے تھے۔

''نیند نہیں آرہی تھی۔'' وہ تھکے تھکے انداز میں بولا تھا۔

''زونی، گزری اذیتوں کے مداوے کا وقت ہے میری جان! اور جب تم نے ہر اذیت حوصلے سے برداشت کرلی ہے تو بس اُسے بھول بھی جاؤ۔''

''حوصلے سے برداشت نہیں کی بڑے لالہ، کیسے کیسے میرا حوصلہ نہیں ٹوٹا، مگر میں خود کو جوڑتا رہا، ایک زخم کھا کر خود کو نیا زخم کھانے کے لیے تیار کرتا رہا۔ مگر میں اُس دن ٹوٹ گیا جب میری ہر وفا کے جواب میں بھی مجھے صرف بے رخی ملی، اُس لمحے میں نے اپنی شکست تسلیم کرلی تھی اور میں شکست تسلیم کرچکا ہوں تو مداوا کس بات کا؟'' وہ کافی تکلیف میں تھا۔

''وہ نادانی اور جذباتیت میں غلط کرتی رہی، مگر اُسے احساس تھا جبھی تو وہ لوٹ آئی ہے۔'' بڑے لالہ نے اُس کی دلی کیفیت سمجھتے ہوئے رسانیت سے کہا۔

''لیکن میں جو اُس کے لوٹنے کا منتظر تھا وہ آس کب کی مرچکی اُس کے لوٹنے سے مجھے کوئی خوشی نہیں ہورہی، میری اذیتوں کے منہ ہرے ہوگئے ہیں۔ اُس سے کہیں کہ وہ مجبوری کے رشتے نہ بنائے اور واپس لوٹ جائے، میں اپنی مجبوریوں کا طوق اپنے گلے سے نکال کر اُسے مجبوری کے رشتے سے آزاد کردوں گا۔'' زونی کی آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگی تھیں۔

''ٹھیک ہے جو تم چاہو، کوئی تمہیں روکے گا بھی نہیں مگر یہ یاد رکھنا کہ وہ مجبوری میں نہیں لوٹی کہ مجبوری کے ہی رشتے نباہنے ہوتے تو وہ اتنی دیر نہ کرتی۔ وہ تمہاری وفا سے تمہاری اچھائی سے کہیں نہ کہیں متاثر ہوکر لوٹی ہے اور وہ جب اپنی نفرت تمہاری محبت پر قربان کرسکتی ہے تو تم ایک لمحے کی مایوسی اپنی محبت کی بقا کے لیے قربان نہیں کرسکتے؟ کل بھی تمہیں وہ عزیز تھی آج بھی ہے اور جب محبت کل بھی زندہ تھی آج بھی ہے تو یہ فرار کیوں؟ یا میں یہ سمجھوں کہ تم بھی وہی ایک عام سے مرد ہو جو عورت کی غلطی معاف نہیں کرسکتا۔''

''بڑے لالہ معاف کرنے کی نوبت تو تب آئے نہ جب میں اُم لیلیٰ کو غلط مانوں۔ آپ نے ٹھیک کہا کہ کل بھی مجھے اُس سے محبت تھی آج بھی ہے، اور میری محبت اتنی تو اعلیٰ ظرف ہے کہ میں اپنے محبت کی خطاؤں کو درگزر کر کے اُسے دل و سے اپنالوں۔ مگر میں جانتا ہوں، اُس کو مجھ سے محبت نہیں ہے وہ اپنوں کے رویے سہہ نہیں پائی سخت بنتی رہی مگر رہی موم کی مانند نرم' اندر ہی اندر پگھلتی رہی، اپنوں کی بے رخی سے تنگ آکر یہاں لوٹ آئی۔ آپ سب میں گھل مل گئی۔ مگر اس سب میں یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ اُسے مجھ سے محبت ہوگئی ہے؟''

''ہوئی نہیں ہے ہوجائے گی وہ لوٹ آئی ہے

تو اُسے جانے کو مت کہہ کہ اب گئی تو اُسے تو ہمیشہ کے لیے کھو دے گا۔'' اور ہم تجھے کھونا نہیں چاہتے۔ دل سے ہر شک ہر اُلجھن نکال کر نئی زندگی شروع کر اور دیکھنا ایک دن ایسا آئے گا جب وہ تجھے تجھ سے زیادہ چاہے گی کہ محبت اپنی جگہ ایک نہ ایک دن بنا لیتی ہے۔ مجھے ہی دیکھ لے تیری بھرجائی سے نہ محبت تھی نہ شادی کرنا چاہتا تھا، لیکن بے بے کی قسم کے آگے ہار گیا۔ شروع میں تمہاری بھرجائی کی شکل بری لگتی تھی۔ سوچنے پر غصہ آتا تھا مگر پھر کیا ہوا، اُس نے اپنی وفا سے محبت جیت ہی لیا نا، تو تم بھی اُسے جیت لوگے کہ محبت کبھی بے مول نہیں ہوتی، اور جو لوگ محبت میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ یا محبت نہیں پاتے اُن کی سوچ محبت کے خلاف ہو جاتی ہے بٹ میری جان محبت کو آزمائش سے گزرنا پڑتا ہے اور جو محبت آزمائش پر کھری اترتی ہے دراصل وہی سچی محبت ہوتی ہے۔

''جاؤ زونی اب یہاں مت بیٹھے رہو اُٹھ کر کمرے میں جاؤ، فضول سی بچوں کی طرح حرکتیں کرتے رہتے ہو، اور ہاں آئندہ تمہیں میں سگریٹ پیتے نہ دیکھوں۔'' وہ قدرے ڈپٹ کر بولے تھے۔

''آئی ایم سوری بڑے لالہ......'' وہ شرمندہ تھا۔

''اچھا' بس اُٹھو معاف کیا، اور جا کر بیوی کو مناؤ تم دونوں کا روٹھنا ہی ختم نہیں ہو رہا اور یہاں ہم تمہاری اولاد کا منہ دیکھنے کو ترس رہے ہیں۔'' وہ بھائی کی بات پر چیں بہ چیں ہو کر رہ گیا۔

''اب عورتوں کی طرح شرمانے کی ضرورت نہیں ہے، تمہیں ہماری خوشی کا خیال کرنا ہوگا کہ اب ہم سے انتظار نہیں ہوتا۔'' وہ اُس کا کندھا تھپکتے مردان خانے سے نکل گئے تھے۔ اُسے سوچوں میں غلطاں یونہی بیٹھے بیٹھے کافی وقت گزر گیا تھا، وجود میں تھکن اُترنے لگی تو اُسے وقت گزرنے کا احساس ہوا رات کے ساڑھے بارہ ہو گئے تھے وہ چہرے پر ہاتھ پھیرتا اُٹھ کھڑا ہوا، آہستگی سے دروازہ وا کرتا کمرے میں داخل ہوا، نگاہ سوئی ہوئی اُم لیلیٰ پر پڑی۔ وہ اُس کی اس عادت سے بھی اتنے عرصے میں واقف ہو گیا تھا کہ ہاتھ میں چوڑیاں ہوتیں تو وہ چڑھاتی اور اتارتی رہا کرتی تھی اور اسی وجہ سے اکثر چوڑیاں اِدھر اُدھر نظر آ جاتی تھیں۔ سونے سے قبل تمام جیولری اُتار دینے کی اُسے عادت ہے وہ ٹاپس پہن کر بھی نہیں سو سکتی، اُسے وہ چبتے تھے۔ وہ اُس کی گلابی کلائی پر بے ارادہ ہی نگاہ جمائے ہوئے ہے احساس ہوتے ہی اُس نے آنکھیں موند لی لیلیٰ نے کروٹ لی، ہاتھ اُس کے سینے پر پھیل گیا اور آنکھ تکلیف سے کھل گئی اور اُس کو دیکھ کر وہ ایکدم اٹھ بیٹھی۔ وہ اُس کے گلابی چہرے کو تک رہا تھا تبھی لیلیٰ نے کروٹ لی اور اس کے لبوں سے ہلکی سی کراہ نکلی۔

''آر یو آل رائٹ؟ کیا بہت درد ہو رہا ہے؟'' اُس نے محض اثبات میں گردن ہلا دی۔

''ڈاکٹر کو بلالوں؟'' اٹھتے ہوئے فکرمندی سے بولا۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں۔ تکلیف سے آنکھ کھل گئی تھی۔'' لیلیٰ نے دھیمے سے مسکراتے ہوئے کہا۔

زونی نے اپنا تکیہ اور چادر اٹھائی تاکہ صوفے پر سو سکے تبھی لیلیٰ نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ زونیر نے حیرت سے پلٹ کر لیلیٰ کو دیکھا اس لمس کو تو وہ ترستا رہا اس قرب کے لیے تو وہ دیوانہ وار اُس کی

زیادتیاں سہتا رہا۔

''زونیر، آئی ایم سوری۔'' وہ رو پڑی۔

''سوری کی ضرورت نہیں ہے اُمِ لیلیٰ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم کاغذی رشتے کو اہمیت دینا چاہو گی تو میں تمہاری خوشی و مرضی کا احترام کروں گا۔ جب تک تم نے نہیں چاہا میں نے بھی اپنی مرضی تم پر نہیں تھوپی اور اب بھی تمہاری خوشی کا احترام کروں گا کہ میں نے یہ تم سے وعدہ کیا تھا۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''لیکن میں آپ سے معافی مانگنا چاہتی ہوں، میں نے آپ کے ساتھ بدتمیزی کی، آپ کو ہرٹ کرتی رہی ہوں، اس وقت میں بہت غصہ میں تھی، میں ہرٹ ہوئی تھی، میرے پندار کو ٹھیس پہنچی تھی۔ میں نے اپنی محبت کھوئی تھی۔ اس لیے میں انتقام اور غصہ کی آگ میں جلتی پاگل ہوگئی تھی۔ لیکن میں صرف اپنے بارے میں سوچتی رہی، مجھے اپنے ساتھ ہوئی ناانصافی یاد رہی، مگر یہ اندازہ ہی نہیں ہوا کہ میں آپ کے ساتھ کتنا غلط کر رہی ہوں، مگر آپ نے میری ہر بدتمیزی اور لاتعلقی کو برداشت کیا، پلیز مجھے معاف کردیں کہ میں نے آپ کو سزا دینے کے لیے خود کو کم سزا نہیں دی ہے، اب آپ کی بے رخی برداشت نہیں کر پاؤں گی۔

''مجھ سے ماں جی، ہانی، بھیا، عباد سب ناراض ہوگئے ہیں آپ نے تو کہا تھا نہ کہ آپ مجھ سے ناراض نہیں ہوسکتے مجھے سو خون بھی معاف ہیں۔ تو مجھ سے ناراض نہ ہوں مجھے معاف کردیں۔ وہ اُس کے عین سامنے کھڑی سچائی سے بول رہی تھی اور اُس کے جلتے دل پر پھوار سی پڑنے لگی تھی۔ اُسے اُس کی ریاضت کا جیسے صلہ مل گیا تھا۔ ذہن کی ہر گرہ کھل گئی تھی اور اُس نے اُسے چپ کرانے کی کوشش نہ کی اُسے تمام باتوں میں صرف معاف کردیں کی گردان بری لگی تھی وگرنہ باقی باتیں اُسے ہلکا پھلکا کرگئی تھیں۔ اور وہ دل کی شدت سے جذباتی لہجے میں 'آئی لو یو' کہتی اُس کے چوڑے سینے میں سما گئی اور بلکنے لگی۔

''جانِ زونیر، تمہیں تو سو خون معاف ہیں، یہ زبانی کلامی نہ کہا تھا حقیقت ہی یہی ہے۔'' وہ اُس کے وجود کے گرد حصار باندھ گیا تھا۔

''آئی رئیلی لو یو۔'' اُس نے اُس کو خود میں سموئے کہا تھا اور اُس کے آنسو تھمنے لگے۔ بالآخر محبت نے نفرت کو شکست دے دی۔ زندگی بہت مختصر ہوتی ہے اور سچی خوشیاں سیدھے راستے پر چل کر ہی حاصل ہوتی ہیں کہ زبردستی آپ محض کسی کو حاصل کرسکتے ہیں اُسے پا نہیں سکتے۔ اور خوشیاں مہربان تب ہوتی ہیں جب ظرف بڑا کرلیا جاتا ہے کہ بدلہ کم ظرف لوگ لیتے ہیں اور کم ظرفی خوشیوں کو گھن لگا دیتی ہے۔ جو مزا معاف کردینے میں ہے وہ سزا دینے میں نہیں سزا دینے کے لیے پہلے خود کو مشقِ ستم بنانا پڑتا ہے اور معاف کردینے پر خوشی و اطمینان حاصل ہوجاتے ہیں، اس لیے بدلہ لینا نہیں معاف کرنا سیکھیں اور زندگی کی سچی خوشیاں مل بانٹ کر ایک ساتھ کشید کریں۔

اگلی صبح روشن اور چمکیلی تھی۔ ملازمہ انہیں ناشتے کے لیے بلانے آئی تھی اور وہ اُس کو شریر نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا۔

''میں لے چلتا ہوں۔'' وہ بال بنا کر دوپٹا اوڑھتی باہر کی طرف بڑھی تھی تو وہ بازو تھام کر بولا۔

''نن، نہیں، میں خود جاسکتی ہوں۔'' نگاہ جھکائے منمنائی تھی۔

''نن، نہیں میں لے جاتا ہوں نہ۔'' وہ اُسی

کے انداز میں بولا تھا اور بازوؤں میں اٹھالیا۔
''زونیر پلیز نہیں، باہر سب ہوں گے۔ مجھے سب کے سامنے شرمندگی ہوگی، آپ مجھے اُتاریں' میں خود جاسکتی ہوں۔'' وہ بری طرح گڑبڑا کر رہ گئی تھی اور اُس نے ایک شوخ جسارت کے بعد اُسے بازوؤں کی قید سے آزاد کردیا تھا اُسے چلنے میں دشواری ہورہی تھی۔
وہ ریلنگ تھامے آہستگی سے سیڑھیاں اُتر آئی تھی۔ ڈائننگ ہال میں سب اُنہی دونوں کے منتظر تھے۔ اُن کے سلام کا جواب دے کر بڑے ملک بولے۔
''بچے، تم وقت بے وقت کھانے کے عادی ہوگے، ہم نہیں ہیں، ناشتہ و کھانے کے لیے وقت پر آیا کرو، ورنہ اکیلے ہی کھایا کرو، ہمیں انتظار سے کوفت ہوتی ہے۔'' وہ جھینپ کر اپنی مخصوص چیئر پر بیٹھ گیا تھا جبکہ وہ سرخ پڑگئی تھی اور جگہ سے ہلی تک نہیں تھی۔
''اب کیسی طبیعت ہے بھرجائی، تکلیف زیادہ تو نہیں ہے۔'' بڑے ملک کی بات پر وہ سب ہی اُسے دیکھنے لگے تھے۔
''اب کیسی طبیعت ہے؟'' بی بی شاہ تاج کے لہجے میں فکر تھی اور اُس نے مختصراً اپنا احوال بتایا۔
''بچے یہ تو بہت زیادہ جل گیا ہے۔'' وہ کرسی کھسکا کر اٹھی تھیں، اُسے اپنی جگہ پر بٹھا کر پیر کا جائزہ لے کر بولی تھیں۔
''بے بے، آپ پریشان نہ ہوں، میں ٹھیک ہوں، اب تکلیف بھی زیادہ نہیں ہے۔'' اُن کے انداز پر اُسے ماں جی یاد آگئی تھیں اور وہ نم لہجے میں بولی۔
''زونی تجھے بالکل عقل نہیں ہے، بچی کے پیر اتنے جل گئے ہیں اور تو اُسے یہاں لے آیا، میں ناشتہ کمرے میں ہی بھیج دیتی۔ خوامخواہ دلہن کو زحمت دی۔'' وہ اب زونی پر بگڑی تھیں۔
''میں نے کہا تھا بے بے، مگر مانی نہیں، کہنے لگی بے بے بہت خطرناک ہیں نہ جانے پر غصہ ہوں گی۔'' وہ شرارت سے بولا تھا۔ اور اُس کی گہری براؤن آنکھیں حیرت سے واہوگئی تھیں۔
''نہیں، میری بہو ایسا کہہ نہیں سکتی۔'' وہ بڑے یقین سے بولی تھیں سب کی دبی دبی ہنسی پر وہ گڑبڑا گیا۔
''بے بے تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔'' برابر چیئر پر بیٹھے بڑے لالہ کے ٹھوکا مارنے پر وہ جھینپ گیا تھا اور اُس کے بعد کھانا بہت خوشگوار ماحول میں کھایا گیا۔ اُم لیلیٰ کی شرمیلی مسکان، ملک زونیر عباسی کی بات بے بات ہنسی، حویلی کے مکین بھی کافی عرصے بعد مطمئن ہوگئے تھے۔ ملک زونیر عباسی کی اُداسی و آزاردگی نے حویلی کے مکینوں کو بھی اُداس کرکے رکھا ہوا تھا۔
''آئی ایم سوری بڑے لالہ، میں کیک بیک نہیں کرسکوں گی۔'' بٹ پکا پرامس جیسے ہی میرا پاؤں ٹھیک ہوا اور بے بے نے مجھے کچن میں جانے کی اجازت دی میں آپ کو مزیدار کیک بنا کر کھلاؤں گی۔'' اُن کی شادی کی سالگرہ پر اُس نے کیک بیک کرنے کا وعدہ کیا تھا اس لیے شرمندگی سے بول رہی تھی۔
''ٹھیک ہے بھئی ٹھیک ہے، آٹھویں سالگرہ ہے سات سال سالگرہ نہیں منائی صرف تمہارے کہنے پر منا رہے ہیں۔''
''تھینک یو سوچ فار دس آنر بڑے لالہ، آپ مجھے بالکل سبحان بھیا کی طرح لگتے ہیں، وہ بھی میری کوئی بات نہیں ٹالتے۔'' اُس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں ایک جرم کی پاداش میں اُس نے کیسی

کیسی محبتیں ٹھکرائی ہوئی تھیں۔ حویلی میں خوشگوار سی ہلچل مچی ہوئی تھی وہ کمرے میں آ گئی۔ اُس کے پیچھے ہی زونی کی چھوٹی بہن جو دو دن قبل ہی نانی کے گھر سے آئی تھی آ گئی۔

''بھرجائی آپ میری ہیلپ کر دیں گی کہ میں شام میں کیا پہنوں؟''

''آف کورس۔'' وہ جتنا جھجک کر بولی تھی وہ اتنی ہی خوشدلی سے حامی بھر گئی پھر اُسے شریر نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

''اظہر لالہ' آج امریکہ سے واپس آ رہے ہیں۔ اس لیے ہماری نند صاحبہ کو نشس ہو رہی ہیں۔'' وہ جھینپ گئی اور اُسے وہ شرمائی شرمائی خاموش طبع لڑکی معمول سے زیادہ اچھی لگی۔

''تم اپنے کمرے میں چلو میں آتی ہوں، آج میں تمہارا میک اپ بھی کر دوں گی۔'' اُس نے آفر کی۔

''آپ کے پاؤں میں تکلیف ہے نہ اس لیے میں نوراں سے سارے کپڑے یہی منگوا لیتی ہوں۔'' اُن ڈھیر سارے کپڑوں میں اُسے ایک بھی ایسا نہیں لگا کہ وہ آج پہن لے کہ وہ تمام گھیر دار فراکیں تھیں اور اُسے لگتا تھا کہ آج کوئی اسٹائلش سوٹ پہننا چاہیے کہ اُس کا منگیتر 4 سال بعد امریکہ سے آ رہا تھا۔ لیلیٰ نے کچھ سوچ کر اپنی وارڈ روب کھولی اور بغیر پہنے کپڑے اُس کے سامنے یہ کہہ کر رکھے کہ وہ ان میں سے کوئی پسند کر لے مگر وہ انکاری ہو گئی۔

''نہیں، بھرجائی، بے بے غصہ ہوں گی، ہم لوگ تو صرف یہی کپڑے پہنتے ہیں، آپ تو زونی لالہ کی دلہن ہو اس لیے بے بے آپ کو کچھ نہیں کہتیں۔ وہ سادگی سے کچھ خوفزدہ لہجے میں بولی تھی۔

''تم ان میں سے کوئی ڈریس پسند کر لو، بے بے سے میں خود بات کر لوں گی۔'' اُس نے گلابی رنگ کی لمبی قمیض اور ٹراؤزر پسند کر لیا تھا۔ جس پر پرل کے موتیوں اور بیٹس کا بے حد نفیس کام بنا ہوا تھا اور یہ رنگ اظہر کا فیورٹ ہے۔ وہ شرما کر بولی۔

لیلیٰ آہستگی سے چلتی بے بے کے کمرے میں آ گئی اور وہ اُس کو دیکھتے ہی اُس پر بگڑی تھیں کہ اُسے چلنے کو منع کیا ہے تو وہ ٹک کر بیٹھ نہیں سکتی۔'' بے بے آپ سے ایک مشورہ لینا تھا اس لیے آ گئی کہ آپ چل کر میرے پاس آتیں تو مجھے اچھا نہیں لگتا۔'' وہ ادب سے بولی کہ وہ بڑوں کا احترام اُن کی عزت کرنا جانتی تھی اور اُس نے اپنی فرمانبرداری کے سبب اُن کا دل جیت لیا تھا اور وہ ازالے کے لیے اپنی فطرت اور عادت سے بڑھ کر سب کے ساتھ گھلنے ملنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''بے بے یہ سوٹ کیسا ہے؟'' اُس نے ہاتھ میں تھاما ہوا قیمتی سوٹ اُن کے سامنے رکھا۔

''اچھا ہے...... لیکن زونی کی دلہن' آج کوئی شوخ رنگ کا مقامی لباس پہن لو، اظہر آج واپس آ رہا ہے۔ آج سارے ہی برادری والے آئیں گے۔''

''جی اچھا، بے بے جو آپ سوٹ دیں گی میں وہی پہن لوں گی۔'' وہ بلا چوں و چراں اُن کی بات مان گئی تھی اور وہ نہال ہو گئی تھیں۔ بڑی بے ساختہ مسکراہٹ نے اُن کے لبوں کو چھوا تھا۔

''بے بے، آپ کہیں تو میں یہ سوٹ بہن کو دے دوں، اظہر لالہ، کافی سال بعد امریکہ سے آ رہے ہیں۔ اس طرح کے کپڑوں میں بہت اچھی لگے گی اور اظہر لالہ......''

''نہیں...... زونی کی دلہن ہمارے ہاں

صرف روایتی لباس ہی پہنا جاتا ہے۔'' انہوں نے اپنی بات حتمی انداز میں کہی۔

'' ٹھیک ہے بے بے میں بھی اب حویلی والوں جیسا پہناوا ہی رکھوں گی۔'' وہ دل سے بولی۔

'' جیتی رہو بیٹا۔'' انہوں نے اُس کی پیشانی چوم لی۔

'' اچھا سنو...... چھوٹی کو یہ کپڑے پہننے کے لیے دے دینا۔'' لیلیٰ نے خوشگوار حیرت سے بے بے کو دیکھا اور اُن کو مسکراتا پا کر نہال ہوگئی۔

اُن کا شکریہ ادا کر کے سرشاری کے عالم میں کمرے سے نکلی تھی اور ملک زونیر عباسی سے بری طرح ٹکرائی تھی۔ جبکہ وہ اُس کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کا گلابی چہرہ کھلا پڑ رہا تھا اور براؤن روشن آنکھیں جگر جگر کر رہی تھیں۔

'' تھینکس، میرے ہر رشتے کو سمجھنے، پیار دینے اور اہمیت دینے کے لیے۔'' اُس نے اُن کی گفتگو سنی تھی۔

'' تھینکس مجھے اتنے چاہنے والے رشتے دینے کے لیے۔'' وہ اُسی کے انداز میں بولی اور وہ بے ساختہ ہی قہقہہ لگا گیا اور وہ جھینپ گئی۔ بڑے لالہ مطمئن سے وہاں سے گزر گئے تھے۔

لیلیٰ نے زونی کی بہن کو خود تیار کیا تھا وہ کم عمر حسین لڑکی مہارت سے کیے گئے میک اپ سے حسین تر ہوگئی تھی۔ جس نے دیکھا تھا وہ تعریف کیے بنا رہ نہیں سکا۔ اظہر کی ماں نے اُس کی بلائیں لے کر نظر کا ٹیکہ لگایا تھا۔ بے بے نے تو صدقے کا بکرا بھی منگوالیا تھا۔ شام کے چھ بجے کے قریب اظہر حویلی کے زنان خانے میں داخل ہوا تھا۔ وہ سب سے باری باری ملا۔ بڑوں کی دعائیں اور پیار لیا تھا اور بے بے نے جب اُمِ لیلیٰ کا تعارف کروایا تھا۔ اُس نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دی تھیں اور نگاہ جھکائے کھڑی اپنی ہونے والی دلہن پر نظر ڈالی۔ اُس کا دل بہت زور سے دھڑکا تھا کہ پردیس میں اس نوعمر لڑکی کی یادیں ہمیشہ اُس کے ساتھ رہی تھیں اور اُس کے دیکھنے میں پسندیدگی بھی تھی اور حیرت بھی کہ وہ علاقائی لباس پہنے ہوئے نہیں تھی اور اُس کا لمبا قد' لانگ شرٹ اور ٹراؤزر میں اور نمایاں ہوگیا تھا۔ وہ اُس کی نگاہوں کی تپش سے بوکھلا کر وہاں سے چلی گئی۔ اظہر کے لبوں پر بڑی دلکش مسکراہٹ بکھر گئی۔ مانو سفر کی تھکن اُس کو دیکھ کر ہی مٹ گئی تھی۔ اُس کے فریش ہو کر آنے تک چائے وغیرہ کا انتظام ہوگیا تھا۔ گھر والے سب ہی موجود تھے۔ چائے پینے کے دوران ملک زونیر عباسی اُٹھ کر باہر چلا گیا تھا۔ اور جب تھوڑی دیر بعد لوٹا تو وہ اکیلا نہ تھا۔

'' ہانی......'' لیلیٰ نے دوڑ کر اُسے اپنے لپٹا لیا اور ماں کو دیکھ کر تو وہ بے اختیار ہوگئی تھی۔ آنسو ہی نہیں تھم رہے تھے۔

'' ماں جی آئی ایم سوری۔''

'' چپ کر جاؤ، میں تم سے ناراض نہی ہوں۔'' انہوں نے بمشکل بیٹی کو خود سے الگ کر کے اُس کے آنسو پونچھے تھے۔

'' ماں جی آپ سچ کہہ رہی ہیں نا؟''

'' ہاں میری گڑیا ہاں......'' کلثوم نے اُس کے آنسو پونچھے وہ بھیگی سی مسکراہٹ کے ساتھ سبحان سے ملنے گئی تھی۔

'' سوری، سبحان بھیا۔'' اُسے نرمی سے خود سے الگ کر کے اُس کے سر پر ہاتھ رکھا اور وہ خوشدلی سے سب سے اپنی فیملی کا تعارف کروانے لگی تھی اور کلثوم بیٹی کو سب کے ساتھ گھلا ملا دیکھ کر مطمئن ہوگئی تھیں۔

حویلی میں خوب چہل پہل تھی اور مہمان خانہ مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ بڑے لالہ نے صرف اُس کی خوشی اور مان رکھنے کے لیے برادری والوں کے جانے کے بعد بیوی کے ساتھ مل کر کیک کاٹا تھا، رات کے بارہ بجے تک شور ہنگامہ بپا رہا تھا اور پھر وہ سب سونے کے لیے چلے گئے۔

انہیں بڑے لالہ نے اُم لیلیٰ کی سچی مسکراہٹ لانے کے لیے ڈرائیور بھیج کر بلوایا تھا اور اُس کو ہنستے مسکراتے دیکھ کر وہ بے حد خوش و مطمئن تھے۔

''اٹھو اور اپنے کمرے میں جاؤ، زونیر بھائی انتظار کر رہے ہوں گے۔'' وہ گڈ نائٹ کہتی روم سے نکل آئی تھی۔ اُس کے پیروں میں اب تکلیف واقعی بڑھ گئی تھی۔ وہ کافی سُست روری سے بیٹھک کے دائیں جانب بنے مہمان خانے سے نکل کر ہال کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ قدموں کی آواز پر چونکی تھی اور ملک زونیر عباسی کو دیکھ کر اطمینان سا ہوا تھا کہ ملگجے سے اندھیرے میں اُسے ڈر سا محسوس ہوا تھا۔

''اب بھی آنے کی کیا ضرورت تھی؟'' وہ اُس پر خفا ہوا جو ملگجے اندھیرے میں بلڈ ریڈ گھیر دار فراک لائٹ سے میک اپ میں اپنے قیامت سے سراپے کے ساتھ اُس کے عین سامنے کھڑی تھی۔

''زونی اتنے دنوں بعد ملی تھی باتوں میں خیال ہی نہیں رہا اور اتنی دیر ہوگئی۔'' اُس نے محبت سے وضاحت کی۔ اور وہ دونوں اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ مگر پہلی سیڑھی کے بعد دوسری پر قدم نہ رکھ سکی، آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے۔ لب پر لب جما کر تکلیف کی شدت برداشت کرنے کی کوشش کی اور ہمت کر کے آگے قدم بڑھائے، اوپر سے کھڑا اُس کو اپنا ضبط آزماتے دیکھ وہ اپنا ضبط کھو گیا تھا اور کافی تیزی میں آ کر اُس کے عین سامنے رُک کر اُسے گود میں اٹھالیا تھا۔

''من مانیاں کرنے کی کچھ تمہیں عادت ہی ہے بے بے نے کتنا کہا تھا، ایک جگہ ٹک کر بیٹھ جاؤ، مگر نہیں محترمہ چل نہیں رہی تھیں، ہرنی کی طرح قلانچیں بھر رہی تھیں، دیکھ لیا نہ انجام اب ایک قدم بھی نہیں چلا جا رہا۔ بروقت آ کر بازو تھام نہ لیتا تو گری پڑی ہوتیں نیچے۔'' وہ مستقل بڑبڑاتے ہوئے بولا۔

''ہاں، تو گرنے دیتے نا، میں آپ کو اُٹھانے کو بلاتی بھی نہیں۔'' اتنی ہی ہیلپ کے لیے احسان جتانے لگے۔'' وہ اُس کی قربت سے خائف ہوتی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے منمنائی۔

''ہاں تو احسان جتاؤں گا کیوں نہیں، آٹے کی بوری کی مانند بھاری بھرکم ہو، میرا ہی حوصلہ ہے جو تمہیں اٹھا کر لے آتا ہوں۔''

وہ کمر کے بل کہنی اٹھائے ہتھیلی سر کے نیچے لگائے اُس کے سامنے دراز ہو کر اُس کو شرارت سے دیکھ رہا تھا۔ جو شرمائی شرمائی دل میں اُتری جا رہی تھی۔

''اُف، اتنا جھوٹ میں اور بھاری بھرکم۔'' وہ چلائی تھی۔ اور وہ قہقہہ لگا بیٹھا تو جھینپ گئی۔

''میری لیلیٰ تو پھولوں سے ہلکی، کانچ سے بھی زیادہ نازک ہے۔'' اُس کی جھولتی لٹ کھینچی اور اُس کی پلکیں عارضوں کو چھونے لگی تھیں۔

''مم، مجھے نیند آ رہی ہے، میں بہت تھک گئی ہوں۔'' وہ حیا سے بولی بیڈ سے اُتری تو زونی نے اُس کا سرخ دوپٹا کھینچا مگر وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کر کھڑی ہوئی تو زونی دوپٹا ہاتھ میں لپیٹے ہوئے تمام حسیات اُس کی طرف مبذول

کرکے گنگنایا تھا۔

"ہوا میں اُڑتا جائے تیرا لال دوپٹا ململ کا......"

"ملک زونیر عباسی آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے میرا دوپٹا ململ کا نہیں، شفون جارجٹ کا ہے۔" وہ اُس کے مسکراتے عکس کو آئینے میں دیکھتے ہوئے جیولری اتارتے ہوئے بولی۔

"میرے ہاتھ میں لپٹا جائے تیرا لال دوپٹا شیفون جارجٹ کا۔ ہوجی......" اُس کے فوراً ہی تصیح کرنے پر وہ بے ساختہ ہی ہنستی چلی گئی۔ زونیر لیلیٰ کو مبہوت ہوکر دیکھتا رہ گیا۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" اُس کی گردن میں بازو حمائل کرکے گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔

"بہت جلدی میری تعریف کرنے کا خیال نہیں آ گیا۔"

"خیال تو تھا سب کے سامنے خیال کو زبان دیتا تو شاید نہیں یقیناً تمہیں اچھا نہ لگتا۔" وہ مسکرایا تھا اور وہ مسکرا کر چوڑیاں اتارنے لگی تھی تو وہ اُس کا ہاتھ تھام کر بولا۔

"پہنی رہو تمہارے گلابی ہاتھوں میں سرخ چوڑیاں خوب جچ رہی ہیں۔" لیلیٰ اُس کی دیوانگی پر شرما کر دوہری ہونے لگی۔

"مجھے کھنکتی ہوئی چوڑیاں اچھی لگتی ہیں، خاموش کمرے کی فضا میں جب یہ اپنی جلترنگ بجاتی ہیں، دل کا ساز بھی بج اٹھتا ہے۔" اُس نے انگلیوں کو تھام کر ہلکے سے ہاتھ ہلایا تھا کھنکتی چوڑیاں سنگ اُس کی شفاف کھنکتی ہنسی اور ملک زونیر عباسی کا زندگی سے بھرپور قہقہہ گونج اٹھا۔

"مجھے معاف کرنے، مجھے ڈھیر سارے پیار بھرے رشتے دینے، مجھے میرے اپنوں سے ملانے اور ڈھیر سارا مان، محبت دینے کا شکریہ۔" وہ اُس کے سینے پر سر رکھتے ہوئے بولی۔

"گزری تلخیاں بھلانے، میرے اپنوں کو اپنا سمجھنے، میری محبت قبول کرنے اور مجھ سے محبت کرنے کا شکریہ۔" اُس کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے نرم سی سرگوشی کی۔

"آپ سے کس نے کہا کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔" وہ ٹھٹکی۔

"تمہاری آنکھوں نے، تمہاری جھکی پلکوں نے تمہارے رخساروں پر پھیلتی سرخی نے تمہارے مرمریں بدن پر سجے اس لباس نے، تمہاری بانہوں میں سجی چوڑیوں اور ان کنگنوں نے، تمہاری موجودگی نے، تمہاری خود سپردگی نے تمہارے دل کی ہر اک دھڑکن نے مجھ سے کہا ہے کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے۔"

وہ گھمبیر لہجے میں جذبوں کی آنچ دہکائے نرمی سے اُسے چھو رہا تھا اور وہ قوس وقزح جیسے حیا کے تمام رنگ لیلیٰ کے چہرے پر بکھر گئے اُس کی کسی بات سے انکار نہیں کرسکی کیونکہ حقیقت ہی یہی تھی اُسے کسی خاموش لمحے میں ملک زونیر عباسی سے محبت ہوگئی تھی اور دیر ہونے سے قبل جس کا احساس بھی ہوگیا تھا اور وہ لوٹ آئی تھی کہ محبت اک جاوداں حقیقت ہے اور جس کا ادارک ہوکر ہی رہتا ہے اور سچی محبت کا صلہ بھی مل کر رہتا ہے۔ جذبوں سے بوجھل لہجے میں زونیر نے لیلیٰ کے کانوں میں سرگوشی کی۔

"جانِ من کس قدر تجھے چاہوں کہ تو میری چاہتوں اور ریاضتوں کا صلہ ہے۔" اور کانچ کی چوڑیوں کی آواز نے شب تاریک میں جیسے جلترنگ بکھیر دیے۔

☆☆......☆☆